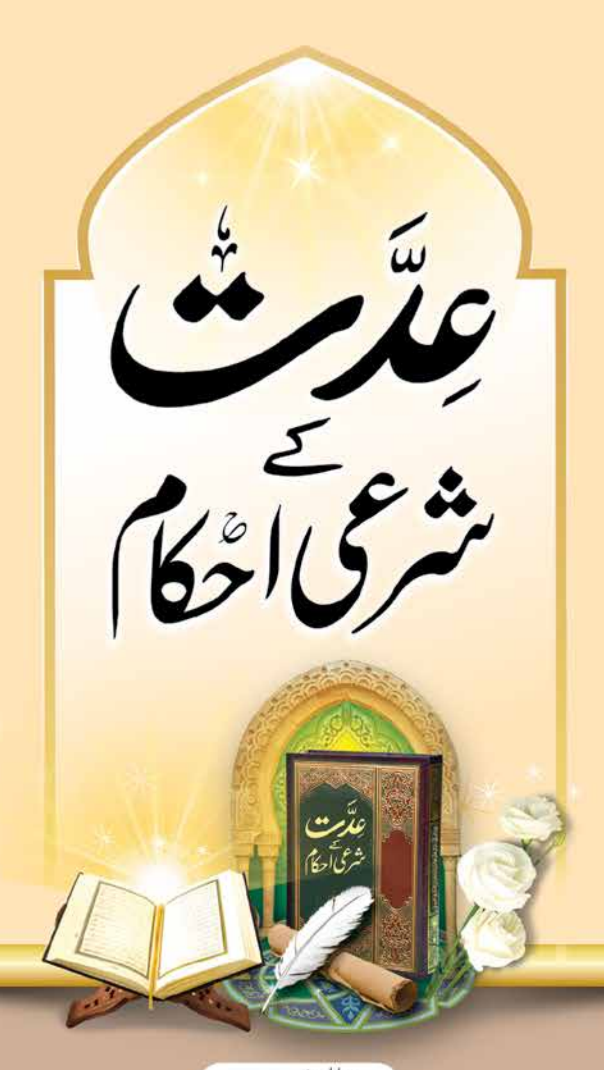
عِدّت کے شرعی احکام



تالیف

خادم القرآن الکریم
مولانا مفتی غلام یاسین صاحب دامت برکاتہم
استاذ مرکز الافتاء والارشاد گلستانِ جوہر کراچی

ناشر
مرکز الإفتاء والإرشاد
غرفۃ السالکین C 96 نزد سندھ بلوچ سوسائٹی گیٹ 2
گلستانِ جوہر، بلاک 12، کراچی



ضروری تفصیل

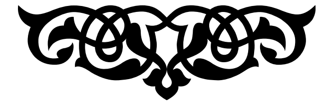
نام کتاب : عدت کے شرعی احکام

تالیف : مولانا مفتی غلام یاسین صاحب

طباعتِ اوّل : جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ مطابق جنوری ۲۰۲۱ء

صفحات : ۱۳۶

ناشر : مرکز الافتاء والارشاد غرفۃ السالکین
گلستانِ جوہر بلاک ۱۲ ، کراچی



ترتیب

تیسرا باب

چوتھا باب



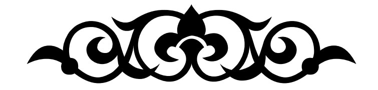
پانچواں باب

چھٹا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

نواں باب



دُعائیہ کلمات

شیخ العلماء والصلحاء، عارف باللہ

حضرت اقدس شاہ **فیروز عبداللہ میمن** صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز بیعت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ، مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم **محمد اختر** صاحب قدس اللہ سرہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ !

یہ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ چل رہا ہے۔ دو ڈھائی مہینے پہلے میرے بہنوئی محمد اقبال بھائی کا انتقال ہوا، کیونکہ ہمشیرہ کے گھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سننا اور دین کی سمجھ بوجھ بھی ہے تو ہمشیرہ نے غلام زادہ مولوی فرحان میاں سے ''عدت'' سے متعلق کچھ مسائل پوچھے۔ میں تو عالم نہیں ہوں، میں نے حضرت مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم جو شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور ہمارے غرفۃ السالکین کے مرکز الافتاء والارشاد کے رئیس بھی ہیں، اُن سے عرض کیا کہ اگر ''عدت کے احکام'' سے متعلق کوئی ایسی کتاب بن جائے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر مؤمن اور مؤمنات کو، ہم سب مسلمانوں کو خیر و عافیت والی بڑی حیات دینی خدمات کے ساتھ اور شرفِ قبولیت کے ساتھ عطا فرمائے، لیکن اِس دنیا سے جانا تو سب کو ہے تو مفتی محمد نعیم صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے دار الافتاء کے رفقاء میں مفتی غلام یاسین صاحب ہیں (اللہ تعالیٰ اُن کے اور ہم سب کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے) وہ ''عدت کے شرعی احکام'' پر کام کر چکے ہیں۔

میں نے حضرت مفتی محمد نعیم صاحب سے عرض کیا کہ آپ مہربانی کر کے اس کتاب کا باقی کام جلدی کرائیں کیونکہ مسودہ پہلے ہی تیار تھا، تھوڑی بہت سیٹنگ باقی تھی۔ میرے دل میں اس بارے میں اور بھی سوالات تھے جو میں نے اپنی آنکھوں سے کئی اصلاحی خطوط اور اصلاحی ای میلز میں دیکھے، میں احباب سے کہتا ہوں کہ یہ مسائل ہیں اس لیے آپ مفتی صاحب سے پوچھیں اور کچھ ایسی باتیں جو رسومات کی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو وہ حضرت والا سے پوچھ کر بتادی، لیکن دل میں کچھ کڑھن سی ہوتی تھی، بہر حال ہمارے حضرت مفتی محمد نعیم صاحب نے عزیزم مفتی غلام یاسین صاحب کی کتاب ''عدت کے شرعی احکام'' کا مسودہ مجھے بھجوایا اور فرمایا کہ اس کی فہرست تم ایک نظر دیکھ لو، جب میں نے کتاب کی فہرست دیکھی تو اتنا دل خوش ہوا، اتنا دل خوش ہوا، اتنا دل خوش ہوا کہ شاید ہی انہوں نے کوئی بات چھوڑی ہو۔ دل بہت خوش ہوا کیونکہ میرے دل میں بہت گھٹن تھی کہ عدت کے معاملہ میں کوئی ایسی کتاب ہو جس میں ایسی چیزیں جو مَیں نے دیکھی ہیں اور ہمارے گاؤں میں ابھی تک ہیں، اس کے بارے میں کچھ آجائے۔ جیسے عرض کرتا ہوں:

① خواتین نے مفتی صاحب سے پوچھا، تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ شرعی عذر ہے آپ عدت میں نکل سکتی ہیں لیکن آپ نے رات واپس شوہر کے گھر آ کر سونا ہے، اب اس کا بہانہ بنا کر شاپنگ بھی ہو رہی ہے اور دوستیاں بھی لگائی جارہی ہیں، ہم تو اس معاملہ میں نہیں بول سکتے، لیکن یہ غم ہوتا تھا کہ اس کے بارے میں کچھ ہو۔

② جب کوئی خاتون بیوہ ہوتی ہے تو زیادہ تر معاملات میں یہ ہوتا ہے کہ وہ لاکھوں روپے اپنے شوہر کی بیماری پر خرچ کر چکے ہوتے ہیں، مقروض ہو چکے ہوتے ہیں، غم سے بھرے ہوتے ہیں کہ ہمارے پاس پیسے نہیں تھے ہم علاج نہیں کرا سکے، اور چار مہینہ دس دن تک سارا لشکر چلا آ رہا ہے، صبح سے شام تک لوگ آ رہے ہیں، خرچے پر خرچے ہو رہے ہیں، بیوہ بیچاری کے دل سے آہ نکل رہی ہے، تعزیت

تو تین دن کے اندر ایک دفعہ ہوگئی، پھر اگر اُن سے کہا جائے تو کہتے ہیں یہ تعزیت تھوڑی ہے، ہمارے تو رشتہ دار ہیں ہم ملنے جارہے ہیں، ان کی ہمت بڑھانے جارہے ہیں، اُن کو تسلی دینے جارہے ہیں، جبکہ وہاں فوٹو گرافی کا گناہ ہورہا ہے، ٹیلی ویژن چل رہا ہے، گانے چل رہے ہیں، نامحرم ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، یہ بھی بڑے گناہ ہیں۔

③ وہاں تعزیت میں نامحرم میں بیٹھے ہوئے ہیں، آنکھوں کا زنا ہورہا ہے، ممانی یا چچی، یا جو بھی نامحرم بیوہ ہوئی، اُن کو گلے لگا کر تعزیت کر رہے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد گپ شپ ہورہی ہے، ایک دوسرے کے ساتھ ٹھٹھے بازی لگی ہوئی ہے۔ اور پھر فرض کریں کہ ہمارے گاؤں میں رمضان نزدیک آ گیا تو سب برادری بیوہ کے گھر پر آتی ہے، روزہ کھولتی ہے، افطاری کرتی ہے۔ شرعی پردہ کا تو نام ونشان نہیں، نمازوں کی فکر نہیں، پورا مہینہ زیادہ تر لوگ بیوہ کے گھر جمع ہوتے ہیں۔ پھر یقین کریں مغرب کی نماز تک نہیں پڑھتے۔

میری خالہ کا انتقال ہوا تھا تو رمضان تھا، میرے خیال میں تیئیسواں یا پچیسواں روزہ تھا، مجھے اب یاد نہیں، ہم لوگ کراچی سے میر پور خاص سے آگے کی کوئی جگہ ہے، وہاں تعزیت کے لیے گئے، افطار کا وقت ہوگیا، وہاں اتنا بڑا دستر خوان تھا۔ میں نے خالہ کے بیٹوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہاں ساری برادری آئے گی۔ مسجد بالکل برابر میں تھی، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور احسان ہے کہ ہم لوگ حضرت کے صدقہ مغرب نماز پڑھنے گئے، کئی لوگ نماز کے لیے آئے ہی نہیں۔ نماز کے بعد ہم نے کہا کہ اب ہم واپس جائیں گے، لیکن وہاں پر جھگڑا شروع ہو چکا تھا۔ کچھ لوگ اس بات پر ناراض ہوگئے کہ آج ہمیں افطاری پر کیوں بلایا نہیں؟ حالانکہ وہ لوگ روز آرہے تھے۔ ارے! اللہ کے بندو! آپ روزانہ تو آرہے ہو، اور اللہ معاف فرمائے، ریا کے گناہ کے ساتھ آرہے ہو، پھر ناراضگی کس بات کی۔

پھر خالو بیچارے اپنے بیٹے کے ساتھ معافی مانگنے گئے، منا کے لائے، پھر اُن صاحب لوگوں نے افطار کا مال اُڑایا۔

④ پہلی عید الفطر یا پہلی بقرعید پر بھی پہنچ جاتے ہیں۔ اور بیوہ کو رونے پر مجبور کرتے ہیں کہ مرحوم بھائی ایسے تھے، ویسے تھے وہ بے چاری رونے لگتی ہے پھر سب رونے شروع کر دیتے ہیں۔

⑤ عدت کے زمانے میں باقاعدہ دعوتیں ہوتی ہیں۔ سب لوگوں کا گھروں پر جمع ہونا۔

⑥ جب خاتون عدت سے اُٹھتی ہے تو اس کو باقاعدہ ہدیے، جوڑے اور نقد دیتے ہیں، خوشیاں منائی جاتی ہیں کہ عدت سے اُٹھ گئی۔

⑦ اس پورے عرصہ میں بیوہ کا قرآن پاک کی تلاوت، ذکر، دعائیں، کسی قاریہ صاحبہ کو بلا کر اپنا قرآن پاک ٹھیک کرانا، ان سب امور کا اہتمام نہ ہونے کے برابر ہے ویسے ہی شرعی پردہ کا حکم ہے لیکن عدت میں اور کتنے احکامات ہو جاتے ہیں، اس بات پر دل بہت کڑھتا تھا۔

⑧ مسائل مفتیانِ کرام سے پوچھیں، جیسے آگے صفحات پر اس سلسلے میں قرآن پاک کی دو آیتیں لکھی ہیں اور بھی آیات ہیں، پھر آپ ﷺ کی بھی نصیحت ہے، صحابہ کرامؓ کی بھی نصیحت ہے۔ اگر ہم مسائل نہیں پوچھتے، عمل نہیں کرتے، اللہ کی محبت نہیں سیکھتے، اللہ والوں سے نہیں جڑتے تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہم اللہ سے دور ہوتے جائیں گے۔ ہمارے دار الافتاء مرکز الافتاء والارشاد میں اس طرح کے اتنے مسائل آتے ہیں کہ زندگی میں ہی وراثت اپنی مرضی سے تقسیم کر دی، انتقال کے بعد ورثاء میں جھگڑے شروع ہو گئے کیونکہ پہلے شرعی اعتبار سے وراثت تقسیم نہیں کی ہوتی ہے، بس اپنی سمجھ سے اِس کو یہ دے دیا، اُس کو وہ دے دیا، ایک بیٹے نے ساری زندگی محنت کی ہوتی ہے، بیٹی نے ساری خدمتیں کی ہوتی ہیں، ان کو محروم کر دیا اور جنہوں نے کچھ بھی نہیں کیا ان کو زیادہ دے دیا، عجیب عجیب معاملات ہیں، اس وقت مجھے جو پتہ ہے اگر وہ میں عرض کروں تو کئی صفحات

بھر جائیں، بہرحال جن کو زندگی میں وراثت تقسیم کرنی ہو وہ علماء سے رجوع کریں اور وہ بھی دارالافتاء سے، یہ نہیں کہ ہر کسی سے پوچھ لیا، باقاعدہ لکھ کر دارالافتاء میں استفتاء جمع کرواکر فتویٰ حاصل کریں۔

دوسرا یہ کہ پیارے شیخ، عارف باللہ شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وراثت تقسیم کرنے میں اگر جلدی نہ کی جائے تو معاملہ ٹھنڈا پڑتا جاتا ہے، خالی عدت کی بات نہیں ہے، آج کل کے حالات ایسے ہیں کہ برسوں گذر جاتے ہیں، وراثت تقسیم نہیں ہوتی، جیسے مثال ہے کہ وراثت میں کسی کے تیس لاکھ نکلتے ہیں اور وہ اس کو دیئے نہیں جارہے وہ بیچارہ قرض لے رہا ہے، مقروض ہوگیا ہے، دوائی تک نہیں خرید سکتا اور دوسرے ظلم سے قبضہ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ زمین تقسیم نہیں کرتے کہ ہماری ۱۲سو ایکڑ ہے ہم تقسیم کریں گے تو ہمارے دوسو ایکڑ رہ جائیں گے، بھلے رہ جائیں، دیکھیں! جیسے ہی کسی کا انتقال ہوتا ہے تو جس کے ہاتھ جائیداد کا کنٹرول ہوتا ہے، وہ یہ سمجھے کہ بھائی بہنوں اور والدہ کا مجھ پر قرضہ ہوگیا تو کیا قرض ادا نہیں کریں گے اور پھر وراثت نہ دینے کے بارے میں کتنی وعیدیں ہیں، قرض ادا نہ کرنے پر کتنی وعیدیں ہیں، یہ تو ہمیں پتہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر گھر میں غمی خوشی ہے لیکن ہم وراثت اور دیگر مسائل کی فکر نہیں کرتے۔ میں نے جیسے عرض کیا کہ عدت کا وقت ہو یا کسی کا انتقال ہوگیا ہو، تو اس موقع پر ایسے ایسے گناہ، رسومات تو ہوتے ہیں لیکن جو کرنے کے کام ہیں، جیسے وراثت تقسیم کرنا، اس کی فکر نہیں ہوتی کہ جس کا حق ہے اُس کو حق دے دیں، اب فرض کریں کچھ بھائی بہن ہیں، انہوں نے وراثت میں دیر کر دی، اللہ معاف فرمائے کسی بھائی یا بہن کا انتقال ہوگیا اور اس کے بچے چھوٹے ہیں تو یتیم کے مال کا بھی الگ مسئلہ ہوگیا اور دوسرا یہ کہ نابالغ کے احکامات الگ ہیں، نابالغ کے مال کو بغیر اجازت کے کیسے استعمال کر سکتے ہیں۔

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کر کے پھینک دیا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن عطا فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں وحی کی باتیں پتہ چلیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں ملیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک قرآن پاک اور ایک میرا عمل یعنی حدیثِ پاک اور سنت، جو مضبوطی سے تھامے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پا جائے گا۔

(۹) پیارے شیخ عارف باللہ شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہندوؤں میں بیوہ کی شادی کو بہت بڑا ظلم، بہت بڑا گناہ اور بہت بری بات سمجھا جاتا تھا، کیونکہ مسلمان اور ہندو ساتھ رہے ہیں، اب بھی پاکستان کے بعض علاقے ہیں جہاں اکثریت ہندوؤں کی ہے، تو وہاں بیوہ کی شادی کروانے کو بہت بڑا جرم سمجھا جاتا ہے، حالانکہ پیارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بیوہ ایسی ہے جیسا کہ کنواری، اس لیے بیوہ کی شادی میں تو جلدی کرنی چاہیے، اب اگر معصوم بچے ہیں، تربیت کا معاملہ ہے تو بھی ہم مفتی صاحب سے پوچھیں گے، لیکن اگر بچے بھی نہیں ہیں، جوان ہے، اس کی بھی شادی کی فکر نہ کرنا، اس کو برا سمجھنا، اس کے لیے کوشش نہ کرنا کہ بھئی بس اب یہ بیوہ ہو گئی۔

تو یہ اصل چیزیں ہیں، جانے والا ہمیں یہ سبق سکھاتا ہے کہ ہم چلے گئے، اب تمہاری باری ہے، جانے والا ہمیں یہ سبق سکھاتا ہے کہ شریعت اور سنت کے مطابق زندگی گذارنی ہے، لیکن ہم سبق نہیں لیتے۔ پیارے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ کو سمجھا کر اور اجازت لے کر ان کی شادی اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کروائی تھی لیکن چونکہ حضرت کے گاؤں میں اکثریت ہندو اور پھر ان کا اثر لینے والے مسلمان بھی بہت تھے تو اس بات پر حضرت والاؒ اتنا ستائے گئے کہ برداشت نہیں ہوا تو مسجد میں جا کر سجدے میں رونے لگے اور اتنا روئے کہ وہاں

کسی رشتہ دار کا سر پھٹ گیا، کسی کو دھکا آ گیا، کوئی اور تکلیف آ گئی، سب نے کہا کہ لگتا ہے حضرت والا کی بد دعا لگ گئی ہے، لوگ بھاگے تو مسجد میں حضرت والا سجدے میں تھے، انہوں نے پیر پکڑ لیے اور کہنے لگے ہم آئندہ آپ کو کچھ بھی نہیں کہیں گے، آپ نے دینی حساب سے عمل کیا ہے، ہمیں معاف کر دیں۔

باتیں بہت ہیں لیکن چند چیزوں پر خاص دھیان دیا جائے:

- اپنی زندگی میں وراثت تقسیم کرنی ہو تو علماء مفتیان کرام سے پوچھیں گے، اپنی طرف سے کچھ نہیں کریں گے۔
- وصیت تیار کرنے کی فکر رکھنی چاہیے اور حضرت مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وصیت کی ایک دو کاپیاں دوسروں کو بھی دینی چاہیے تاکہ عین وقت پر آسانی ہو۔
- بیوہ کے حوالے سے جو تفصیل عرض کی، جیسے بیوہ کی جلد شادی کی فکر کرنا۔
- دوسرے شہر کے لوگ جو تعزیت کے لیے آئیں وہ تو کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں لیکن شہر والے میت کے گھر کھانا نہ کھائیں، علماء سے پوچھ لیں۔
- چار مہینے دس دن میت کے گھر پر آ کر بیٹھنا، اس میں اگر ان لوگوں نے وراثت نہیں دی تو پھر ہم وارثوں کا مال کھائیں گے اور پھر اگر یتیم بھی ہوں تو پھر یتیموں کا مال کھائیں گے۔

جب ''عدت کے شرعی احکام'' کی فہرست دیکھی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میں نے حضرت مفتی محمد نعیم صاحب سے عرض کیا: مفتی صاحب! اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے دار الافتاء میں یہ کتاب مختلف زبانوں میں پہنچا دے۔ ظاہر بات ہے کہ عالمانہ طریقہ سے تو میرے پاس کوئی بات نہیں ہے لیکن آج کل کے جو حالات ہیں رسم وغیرہ، رسم کے بعد بدعت اور توبہ نہ کی جائے تو جہنم کا ٹھکانہ اور اُس کو لوگ دین سمجھ رہے ہیں، بیوہ کے پاس آ کر پورا مہینہ افطار کرنا، آپ سوچیں کیا ظلم ہے! فروٹ کاٹنا، چیزیں منگانا اور

وہ بے چارے پہلے ہی مقروض ہیں، ان چار مہینوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو وراثت کی بات کرے۔ بس وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، فلموں کی باتیں نہ بھی ہوں تو سیاست کی باتیں، گھر کے خاندان کی باتیں، غیبتیں، لڑائی جھگڑے اور اللہ معاف فرمائے ہماری طرف سے دوسو کا کھانا ہوگا، دوسو افراد کا کھانا جس گھر میں ہوگا اُن کی کیا حالت ہوگی یقین کریں گاؤں وغیرہ میں کسی کے انتقال کے بعد بیوہ کے گھر ناشتہ دس بجے تک اور دوپہر کا کھانا پانچ بجے تک، رات کا کھانا دو بجے تک چلتا ہے اور لوگ اپنی دکانیں، کاروبار بند کر کے ٹھاٹھ کے ساتھ پوری فیملی کے ساتھ آ کے میت کے کھانا کھا رہے ہیں۔ رحم نہیں آتا! اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مسائل نہیں پوچھتے اور غیر عالم کو اجازت نہیں ہے کہ مسائل میں کچھ بولیں جبکہ اللہ فرما رہے ہیں:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(سورۃ النحل، آیۃ: ۴۳)

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

﴿اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝﴾

(سورۃ الفرقان، آیۃ: ۵۹)

علماء سے پوچھتے ہی نہیں ہیں کہ شرعی مسئلہ کیا ہے اور اگر علماء سے پوچھ بھی لیں، تو عمل نہیں کرتے کہ برادری ناراض ہوجائے گی، چاہے اللہ ناراض ہوجائے!

تعزیت تین دن کی ہے۔ وہ بھی ایک بار، یقین کیجیے پورے چار مہینے خاندان کی عورتیں رات دن وہیں میت کے گھر میں ہوتی ہیں۔ واہی تباہی ہو رہی ہے، نمازوں کی فکر نہیں ہے۔ اللہ معاف فرمائے یہ کیسی تعزیت ہے! یا یہ کون سا طریقہ ہے عدت کے دن گزارنے کا۔

اللہ تعالیٰ مولانا مفتی غلام یاسین صاحب کی عمر میں، علم میں برکت عطا فرمائے۔ مجھے اور سب کو اللہ تعالیٰ تقویٰ سے مالا مال فرمائے۔ اتنا دل خوش ہوا ہے، اتنی دعائیں نکل رہی ہیں، میں تو ان مسائل کو سمجھتا نہیں ہوں لیکن یہ معلوم ہے کہ کتابوں میں ایسا

ہوتا ہے کہ جب ایک ایڈیشن نکل جاتا ہے، اس کے بعد پھر کچھ کمی یا اضافہ ہوتا ہے تو وہ نئے ایڈیشن میں کر دیا جاتا ہے لیکن یہاں جو فہرست میں نے دیکھی ہے، یقین کریں میں دیکھتا جارہا تھا اور دعائیں دیتا جارہا تھا، ماشاء اللہ بہت جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے کرم سے جلد چھپوادے اور جگہ جگہ اس کو اپنی رحمت سے پہنچادے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے دیکھو بھئی! ہر گھر میں غمی ہے، ہر گھر میں خوشی ہے۔ سب دعا گو ہیں اللہ سب کے سر کے تاج کو سلامت رکھے، اللہ والدین کو، اولاد کو، سب کو سلامت رکھے لیکن آخر دنیا سے جانا ہے تو اس کے مسائل تو پہلے سے پوچھتے ہیں۔ فرض کریں کہ کوئی عالم تعزیت کے لیے گیا، اب کسی نے پوچھا کہ سوئم کا کیا حکم ہے؟ عدت کا کیا طریقہ ہے؟ انہوں نے شرعی حکم بتایا تو یقین کریں بعض جگہ نالائق جھگڑا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو پہلی دفعہ سنا۔ اس لیے ہم لوگ پہلے ہی پوچھیں تو اچھا ہے۔

بہر حال! میرا تو دل کتاب دیکھ کر بہت خوش ہوا، اللہ تعالیٰ سب کو عافیت سے رکھے، خیر والی برکت والی حیات، مجھ سمیت ہر مسلمان کو عطا فرمائے، عمر میں خوب برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مولانا غلام یاسین صاحب کے علم میں، عمل میں برکت عطا فرمائے۔ مجھ سمیت سب کو اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمائے۔

پیارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مسجد بناؤ، خانقاہ بناؤ، مدرسہ بناؤ، پہلی اینٹ رکھو تو سوچو کہ میں کیوں رکھ رہا ہوں؟ نیت کیا ہے؟ اسی طرح تصنیف میں تالیف میں، پڑھنے پڑھانے میں نیت کو دیکھو، شیخ بھی اپنی نیت دیکھے اور میں اپنی بات کرتا ہوں کہ کیوں بیان کر رہا ہوں، کیوں ڈانٹ لگائی، بیان میں ایسا انداز تو اختیار نہیں کیا کہ لوگ مجھ سے ہی بیعت ہوں، تو ہم سب محتاج ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ خانہ کعبہ بنایا تو کس طرح دعا مانگ رہے تھے، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۃ البقرۃ، آیۃ ۱۲۷) تَقَبَّلْ باب تفعل

سے ہے، اے اللہ! بتکلف قبول فرمایئے، آپ کی عظمتوں کے سامنے ہمارا حق ادا نہیں ہوا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کوئی بھی نیک عمل ہوجائے جو یہ دعا پڑھ لے گا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ تو اس کے نزدیک تکبر پھٹکے گا بھی نہیں اور شکر ادا کرے گا تو تکبر خود بھاگ جائے گا۔

دل میں اور بھی باتیں آرہی ہیں لیکن بادلِ ناخواستہ اسی پر ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جتنی دینی کتابیں ہیں، تفاسیر ہیں، جو جو دینی کتب لکھی گئی ہیں، سب کو نافع بنائے اور ہر گھر میں پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ مولانا غلام یاسین صاحب کو، ان کے والدین کو، ان کے اساتذہ کو اور خصوصاً حضرت مفتی محمد نعیم صاحب کو جنہوں نے اتنی محنتیں کی ہیں، ابھی بھی مولانا غلام یاسین صاحب دار الافتاء میں ان کے رفقاء میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو عافیت میں رکھے اور ہمیں اپنے والدین اساتذہ اور مشائخ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ہم سب کو عمل والا بنائے اور عافیت والی حیات عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں بہت شکر کرنے والا بنائے، بہت صبر کرنے والا بنائے اور اس کتاب کو ہم لوگوں کے لیے، پوری امت کے لیے خوب نافع بنائے اور عزیزم مفتی غلام یاسین صاحب، ان کے والدین، اساتذہ و مشائخ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ
بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ

العارض
احقر فیروز میمن عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۵ نومبر ۲۰۲۰ء
غرفۃ السالکین، گلستانِ جوہر بلاک ۱۲ کراچی

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم

(رئیس مرکز الافتاء والارشاد غرفۃ السالکین کراچی)

وخلیفہ مجاز بیعت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ، مجدد زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اس امت کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ اس نے اپنے سیدنا ومولانا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات کو من وعن اپنے بعد آنے والے انسانوں تک پہنچانے کا خاص اہتمام کیا، پہلی صدی ہجری میں تو زیادہ تر یہ کام سینہ در سینہ اور زبانی تقاریر کے ذریعے ہوا، لیکن دوسری صدی کے ابتداء سے ہی احادیث کو کتابوں کی صورت میں جمع کرنے کا کام شروع ہوا، جس سے براہ راست عام مسلمانوں کو ان احکام تک رسائی حاصل ہوئی جو قرآن وسنت میں صراحتاً مذکور ہیں، لیکن احکام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ایسا بھی ہے جن کو براہ راست قرآن وحدیث سے سمجھنا ہر مسلمان کے لیے ممکن نہیں، ان احکام کو بھی عام انسانوں تک پہنچانا ضروری تھا، جس کے لیے فقہائے کرام نے انتہائی غور وخوض کے بعد قرآن وحدیث سے مسائل کو مستنبط کر کے فقہی کتابیں تالیف فرمائیں، جن میں انسانی زندگی کے پیدائش سے لے کر وفات تک تمام مسائل کو یکجا کیا، پھر ہر زمانے میں فقہاء اپنے علاقے اور زمانے کی ضروریات کے پیش نظر ان میں سے خاص اور اہم

موضوعات پر مشتمل مسائل کو علیحدہ کتابوں اور رسائل میں جمع کرتے آئے ہیں، جس سے قارئین کو اپنے مطلوبہ موضوع سے متعلق تمام مسائل ایک ہی جگہ میسر ہوجاتے ہیں۔

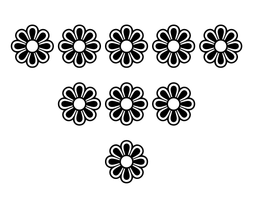
زیر نظر رسالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، عدت کے مسائل پر باوجود اس کی اہمیت کے کوئی مستقل رسالہ اردو زبان میں موجود نہیں تھا، اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہمارے دارالافتاء کے ایک قابل استاذ، برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی غلام یاسین صاحب زیدت مکارمہٗ نے بڑی جانفشانی سے اس اہم اور پیچیدہ موضوع پر مشتمل مسائل کو بڑے آسان اور عام فہم انداز میں جمع کیا ہے، نیز ہر مسئلے کے عربی حوالے کے ساتھ اکابر کے اردو فتاویٰ میں جہاں اس کی نظائر موجود ہیں ان کو بھی نقل فرمایا ہے، جس سے اس کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔مولانا موصوف کی یہ تالیف تحقیقی و تصنیفی میدان میں نقشِ اوّل ہے، دل وجان سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو ان کے لیے اس میدان میں فتحِ باب بنادیں اور اور مزید سے مزید ایسی تحقیقی وعلمی توفیقات سے نوازش فرمائیں۔آمین!

خادم القرآن الکریم

(حضرت مولانا مفتی) **محمد نعیم** عفی عنہ

(رئیس مرکز الافتاء والارشاد، غرفۃ السالکین کراچی)

۹ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۵ نومبر ۲۰۲۰ء



عرضِ مؤلف

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

زمانۂ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی کا پیرو کار بتلاتے تھے، مگر حقیقت میں وہ اپنے عقائد ونظریات، اعمال واخلاق اور تہذیب وتمدن کے لحاظ سے ملتِ ابراہیمی سے کوسوں دور تھے۔

خدائے بزرگ وبرتر کے گھر سینکڑوں بت رکھ کر ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، فخرومباہات، جنگ وجدال، حرام خوری اور شراب نوشی جیسی بہت سی بداخلاقیوں میں دن رات مبتلا رہتے تھے۔

غرض وہ لوگ مذہب کی خوبیوں اور اس کے محاسن سے دور اور جاہلیت کی بداخلاقیوں میں غرق تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے نوازا، جس نے انہیں شرک وکفر کی تاریکی سے نکال کر ایمان وتوحید کے نور سے منور کیا، اور انہیں جاہلیت کی تہذیب وتمدن سے نکال کر ایسی تہذیب وتمدن مرحمت کی کہ جس نے بہت تھوڑے عرصہ میں پوری دنیا پر اپنی فوقیت اور برتری تسلیم کروالی، دنیا کی قومیں اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی معاشرہ کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتی تھیں۔

مگر جب مسلمان اپنے منصب کو چھوڑ کر دنیا کی عیش وعشرت میں مبتلا ہونا شروع ہوئے، ان کی مذہبی گرفت ڈھیلی ہونا شروع ہوئی، دوسری غیر مسلم اقوام نے مسلمانوں کے ممالک کی باگ ڈور اپنے قبضہ میں لی، مسلم وغیر مسلم کا اختلاط اور رابطہ بڑھا، تو آہستہ آہستہ مسلمانوں نے اپنی تہذیب وتمدن اور اپنی وضع قطع کو چھوڑ کر دوسروں کی تہذیب وتمدن اور ان کی وضع قطع کو اختیار کرنا شروع کیا، نوبت بایں جارسید کہ مسلمان غیروں

کے معاشرہ اور ان کی تہذیب وتمدن میں ایسے رنگ گئے کہ مسلم اور غیر مسلم کا ظاہر نظر میں کوئی فرق نہیں رہا، غیروں کے ساتھ معاشرت، عادات اور قومی شعائر حتیٰ کہ بعض نام نہاد مسلمان اعتقادات اور عبادات میں ان جیسا ہونے کو اپنے لیے قابل فخر سمجھنے لگے۔

اور مسلمان بالخصوص عورتیں دین سے اتنی دور چلی گئیں کہ کفار کے خوشی اور غمی وغیرہ کی رسومات کے مطابق اپنی خوشی اور غمی کا اظہار کرنے لگیں، اس موقع پر اگر انہیں ان کاموں سے روکنے کی کسی نے کوشش کی تو ''چودھویں صدی کا نیا مُلّا'' اور ''نئے نئے مسائل'' جیسے دلخراش جملوں سے اور اپنی ان رسومات کی صحت کیلئے اپنے باپ دادا سے چلے آنے کا بے معنی جملہ کہہ کر اپنا پڑھا لکھا اور اپنے آپ کو گویا صراطِ مستقیم پر ہونا اس کے سامنے بیان کرنے لگیں۔

بعض ایسے علاقوں کی صورتِ حال کا پتہ چلا کہ وہاں کے مسلمان دین سے اتنے غافل ہیں کہ ان کے سامنے ضروریاتِ دین تک مجہول ہیں، نہ نماز کا علم ہے اور نہ صوم وزکوٰۃ کا، حتیٰ کہ جنوبی پنجاب کے بعض مغربی علاقوں میں طلاق کے فوراً بعد اور بعض علاقوں میں نکاح پر نکاح جیسی تباہ کن رسومات اب تک جاری ہیں، وہاں عورتوں کی عدت نام کی کوئی چیز یا تو ہے ہی نہیں، اور اگر کسی علاقے میں کچھ لوگ اس سے واقف ہیں تو وہ بھی صرف چند ہندوانہ رسموں کی حد تک۔ انہی علاقوں کے بعض دوستوں نے تخصص فی الافتاء کے زمانہ میں عدت کے مسائل میں رہنمائی چاہی اور مطالعہ کے لیے کوئی اردو کتابچہ بھیجنے کا بھی کہا۔ بندہ کو اس وقت باوجود تلاش کے کوئی خاص رسالہ دستیاب نہ ہوسکا، دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس موضوع پر کچھ مسائل جمع کر لیے جائیں، اساتذہ کرام زید مجدہم سے مشاورت کے بعد مسائل بتوفیقہ تعالیٰ جمع کرنا شروع کیے، تقریباً ڈیڑھ سال کے عرصے میں عدت کے کافی مسائل جمع ہوئے جو ایک کتابچہ کی شکل میں تیار ہو گئے۔ ان مسائل کے لکھنے، سمجھنے میں اساتذہ کرام زید مجدہم کی بہت محنت ہے بالخصوص خادم القرآن الکریم استاذ محترم حضرت مفتی محمد نعیم صاحب زید مجدہم (رئیس

مرکز الافتاء والارشاد غرفۃ السالکین کراچی)اور استاذ محترم حضرت مفتی یونس لغاری صاحب زید مجدہم (رئیس دار الافتاء جامعہ اشرف المدرس کراچی) کی، ان ہر دو حضرات نے وقتاً فوقتاً ان مسائل اور عبارات کے سمجھانے میں تعاون فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی توفیق اور ان حضرات کی توجہات سے رسالہ میں ایک گونہ جامعیت پیدا ہوئی، مولائے کریم ان حضرات کو جزائے عظیم فرمانے کے ساتھ ان تمام احباب کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس رسالہ میں کسی قسم کا تعاون فرمایا بالخصوص برادرم مولانا یوسف عباس صاحب زید مجدھم (نائب مفتی مرکز الافتاء والارشاد) کو جنہوں نے اس رسالہ پر نظر ثانی فرمائی۔

ایک عرصہ تک یہ رسالہ مسودہ کی شکل میں رہا، اللہ تعالیٰ جزائے عظیم نصیب فرمائے، مرشدِ محبوب حضرت والا عارف باللہ حضرت صوفی فیروز عبد اللہ میمن صاحب زید مجدہم کو جنہوں نے اس کتابچہ کو نافع سمجھ کر مرکز الافتاء والارشاد کی طرف سے چھاپنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

عدت کے مسائل جمع کرتے وقت دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے:

① اہلِ علم حضرات کے غور وخوض کیلئے ہر مسئلہ کا مستند عربی کتاب سے حوالہ لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے، اور کہیں کہیں کسی مسئلہ کے عام وخاص کو معلوم ہونے یا کتابچہ کے طویل ہونے کی وجہ سے صرف مستند اردو کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔

② تقریباً ہر مسئلہ کی مستند اردو فتاویٰ سے نظیر لکھ دی گئی ہے کہ مسئلہ یا اس جیسا مسئلہ ہمارے اکابر کے فتاویٰ جات میں موجود ہے۔ یہی طریقہ ہمارے دار الافتاء کے نظم میں ہے کہ جو تحقیق کی گئی ہے، دیکھنا چاہیے کہ اس کی تائید اکابر کی تحقیق سے بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو الحمد للہ! ورنہ اس کا جائزہ لیا جائے کہ کہاں غلطی ہوگئی ہے۔

یہ کتابچہ (۹) ابواب پر مشتمل ہے، کوشش یہ کی گئی ہے کہ عدت اور اس کے متعلقات کے تمام مسائل کو افادۂ عام کی غرض سے ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

اہلِ علم حضرات سے گذارش ہے کہ مؤلف نے تو اپنی بساط کے مطابق پوری ذمہ داری سے ہر ایک مسئلہ کو باحوالہ لکھنے کی کوشش کی ہے، مگر اسے اپنی علمی کم مائیگی اور بشر ہونا بھی ہر وقت مستحضر رہا ہے، اس لیے اس بات کا قوی امکان ہے کہ کئی قابلِ اصلاح امور رہ گئے ہوں، لہٰذا جو امور قابلِ اصلاح معلوم ہوں ان کی نشاندہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

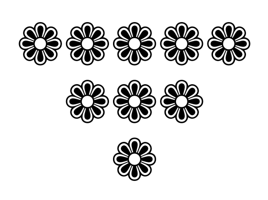
(مولانا مفتی) **غلام یاسین** عفا اللہ عنہ

(فاضل جامعہ دار العلوم کراچی،

متخصص جامعہ اشرف المدارس کراچی)

الاستاذ مرکز الافتاء والارشاد

غرفۃ السالکین، کراچی





پہلا باب

عِدّت کی لغوی تعریف

عِدّت (عین کے کسرہ کے ساتھ) کے لفظی معنی شمار کرنے کے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے ''عددت شیئا'' میں نے چیز کو شمار کیا، اور عِدّت کو عدت بھی اس لیے کہا جاتا ہے: کہ حیض (MENSIS) یا مہینوں کہ ایک خاص تعداد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے انہیں (حیض اور مہینوں کو) شمار کیا جاتا ہے۔

اور عُدّت (عین کے ضمہ کے ساتھ) کے لفظی معنی کسی کام کے لیے آمادہ ہونے کے ہیں۔ اور عَدّت (عین کے فتحہ کے ساتھ) اس پانی کو کہا جاتا ہے جو ختم نہ ہو۔ ①

عِدت کی اصطلاحی تعریف

شرعی اصطلاح میں عِدّت اس مدتِ انتظار کو کہا جاتا ہے، جس میں عورت طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد نکاح و مباشرت کے آثار ختم ہونے کے لیے کرتی ہے۔

چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

''فالعدۃ فی عرف الشرع اسم لانقطاع ضرب ما بقی من آثار النکاح'' ②

یعنی عِدّت اس مدتِ انتظار کا نام ہے جو آثارِ نکاح ختم کرنے کے لیے عورت پر لازم کی گئی ہے۔

فلسفۂ عِدت

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ نکاح ایک پاکیزہ اور مقدّس رشتہ ہے، جس

---

① لسان العرب(۲۸۸/۱۱)(احیاءالتراث العربی بیروت)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳۰۰/۳)(رشیدیہ کوئٹہ)

سے مرد وعورت میں غیر معمولی لگاؤ اور محبت وتعلّق پیدا ہوجاتا ہے، دونوں ایک دوسرے کے لیے باعثِ سکون اور ایک دوسرے کے خوشی اور غم میں شریک ہوتے ہیں، شوہر سے طلاق یا اس کے وفات پانے سے عورت کا رنج وغم میں مبتلا ہونا ایک فطری بات ہے، کیونکہ عورت اپنے کرم فرما، زندگی کے ساتھی اور ایک ایسی ہستی سے محروم ہوجاتی ہے، جس کے سائے تلے وہ آرام وسکون اور ہر طرح کے افکار سے بے فکر ہوکر زندگی کے سنہری لمحات گزارتی تھی، جو اس کی ضروریات اور بھلے برے کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی عزت کا محافظ اور اس کی امیدوں کا مرکز بھی تھا، ایسے کرم فرما سے جدائی کے بعد اس کے احسانات کو یاد رکھنا اور اس کی جدائی پر اظہارِ غم کرنا عینِ فطرتِ انسانی ہے، اسی فطرت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے عدت کا حکم دیا گیا ہے۔

عِدّت کا اگر گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے عورت کو بے یار ومددگار اور بے بس ہونے سے بچایا گیا ہے، کیونکہ طلاق وغیرہ کے بعد اس بات کا قوی امکان تھا کہ شوہر اپنی پہلی رفیقۂ حیات کو گھر سے نکال دے، اس کے نان ونفقہ کا انتظام نہ کرے، شریعت نے ان تمام امکانات کے سدِّباب کے لیے عورت کو عِدّت کا حکم دے کر مرد کو اس کے رہنے سہنے اور نفقہ کا انتظام کرنے کی تاکید کی اور اس کے لیے ایسے قوانین مرتّب کئے، جن کا سہارا لے کر عورت اپنے ہر جائز حق کا حصول باعزت طریقے سے کرسکتی ہے۔

عِدّت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مرد اگر غصہ میں نادانی کی وجہ سے کسی بات پر طلاق دے بیٹھے اور بعد میں اسے ندامت ہو اور وہ رجوع کرنا چاہے تو رجوع کرسکے، چنانچہ ایک یا دو طلاقِ رجعی میں اسے عدت کے اندر ہر وقت رجعت کا موقع دیا گیا ہے، اور ایک یا دو طلاقِ بائن میں بھی ایامِ عدت میں دوبارہ نئے مہر کے ساتھ نکاح کرکے رجعت کا موقع رکھا گیا ہے، اگر طلاق کے بعد عدت کا وقفہ نہ ہوتا تو مرد وعورت کے لیے بڑی پریشانی ہوتی، اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ عدت کا وقفہ دے کر مرد وزن کو سوچ کر باہم ملنے کا موقع دیا۔

عِدّت کے باب میں یہ بات بھی اہم ترین شمار کی جاتی ہے کہ عدت سے نسب کی حفاظت ہوتی ہے، شریعت نے نسب کی حفاظت اور اس کو اختلاط سے بچانے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا ہے، تاکہ اس سے صحیح اور بہترین معاشرہ تیار ہو سکے، کیونکہ نسب کا معاشرہ پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ (از نظامِ طلاق بتصرف)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''أما عدة الأقراء فلوجوبها أسباب منها: الفرقة في النكاح الصحيح سواء كانت بطلاق أو بغير طلاق ، وإنما تجب هذه العدة لاستبراء الرحم وتعرف براءتها عن الشغل بالولد لأنها لو لم تجب ، ويحتمل أنها حملت من الزوج الأول فتتزوج بزوج آخر ،..... وأنها تجب لإظهار الحزن بفوت نعمة النكاح إذ النكاح كان نعمة عظيمة في حقها فإن الزوج كان سبب صيانتها ، وعفافها ، وإيفائها بالنفقة ، والكسوة والمسكن فوجب عليها العدة إظهارا للحزن بفوت النعمة ، وتعريفا لقدرها'' ①

احکامِ عدت میں اسلام کا اعتدال

اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے عورتوں کی عدت گزارنے کے بڑے ہی دردناک اور وحشیانہ طریقے رائج تھے، جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوجاتا تو اس وقت کے دستور کے مطابق ایک سال کے لیے اسے تنگ وتاریک جھونپڑے (کمرے) میں بند کر دیا جاتا، سال بھر عورت اسی کمرے میں بند رہتی، اسے نہ صفائی کا خیال ہوتا اور نہ ہی کسی خوشی اور غم میں شرکت کا موقع، سال پورا ہونے پر اسے جھونپڑے سے

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعود الکاسانی (۳/ ۳۰۱، ۳۰۴) (رشیدیہ کوئٹہ)

نکالا جاتا، یوں اس کے ایامِ عدت پایۂ تکمیل تک پہنچتے، اس معاشرہ میں بیوہ عورتوں کو منحوس اور نامبارک سمجھا جاتا، زندگی بھر کے لیے اس صنفِ نازک پر دنیا کی تقریباً ساری نعمتیں حرام کر دی جاتیں۔

اسی طرح ہندو مذہب کو دیکھا جائے تو اس میں ستی ہر تھا کا اب بھی بعض علاقوں میں رواج ہے، جس کی وجہ سے ہندو عورتیں اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ اپنے آپ کے جلا ڈالنے کو مذہبی فریضہ تصور کرتی ہیں، مگر جب دنیا میں اسلام کا سورج اپنی کرنوں میں امن اور عدل و مساوات کی روشنی لے کر طلوع ہوا تو اس نے انسانیت کی طرف سے اس صنفِ نازک پر ہونے والے ان غیر انسانی وحشیانہ مظالم کا ایک طرف سدِّ باب کیا، تو دوسری طرف مردوں کے حقوق اور ان کے عورتوں پر احسانات کے پیشِ نظر سوگ اور اظہارِ افسوس و غم کے لیے نہایت ہی پاکیزہ، شریفانہ اور فطری طریقہ بصورتِ عدت مقرر کیا، جس میں مرد و عورت ہر ایک کی حیثیت اور مقام کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

”قالت زينب ثم دخلت على زينب بنت جحش حين توفى أخوها فدعت بطيب فمست منه ثم قالت والله ما لى بالطيب من حاجة غير أنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول على المنبر « لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشرا قالت زينب سمعت أمى أم سلمة تقول جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إن ابنتى توفى عنها زوجها وقد اشتكت عينها أفنكحلها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم « لا ». مرتين أو ثلاثا كل ذلك يقول لا ثم قال « إنما هى أربعة أشهر وعشر وقد كانت إحداكن فى الجاهلية ترمى بالبعرة على رأس الحول“ ①

① الجامع الصحيح لمسلم بن الحجاج القشيري (رقم الحديث ۳۷۹۹، ۳۸۰۰)

ثبوتِ عدت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

عِدّت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک وہ جو شوہر کے انتقال کے بعد لازم ہو، جس کو عِدّتِ وفات کہا جاتا ہے، دوسرے وہ جو شوہر سے طلاق یا خلع وغیرہ کے ذریعے علیحدگی کے بعد لازم ہو، جسے عِدّتِ طلاق کہا جاتا ہے، ان دونوں عِدّتوں کا ثبوت قرآن مجید، احادیث اور اجماعِ امّت سے صریح اور واضح عبارت میں موجود ہے۔

چنانچہ عِدّتِ طلاق سے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ ①

ترجمہ: اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین مرتبہ حیض آنے تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔

اور عِدّتِ وفات سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ ②

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ کر جائیں، تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن انتظار میں رکھیں، پھر جب وہ اپنی (عِدّت کی) میعاد کو پہنچ جائیں، تو وہ اپنے بارے میں جو کارروائی (مثلاً دوسرا نکاح) قاعدے کے مطابق کریں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

پہلی آیتِ مبارکہ میں عِدّتِ طلاق کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ مطلّقہ (طلاق یافتہ) عورت جسے ماہواری (MENSIS) کا خون آتا ہو، اس کی عِدّت تین کامل حیض ہے۔

اور دوسری آیت میں عِدّتِ وفات کا ذکر ہے کہ خاوند کے انتقال کے بعد عورت کی

---

① سورة البقرة (رقم الآیہ ۲۲۸)

② سورة البقرة (رقم الآیہ ۲۳۴)

عِدّت چار مہینے اور دس دن ہے، مگر یہ اس مطلّقہ (طلاق یافتہ) یا متوفّٰی عنہا زوجہا (جس کے خاوند کا انتقال ہوگیا ہو) کی عِدّت کا حکم ہے جو حاملہ (پیٹ سے) نہ ہو، اگر وہ حاملہ (پیٹ سے) ہو یا نابالغ ہو یا اس کو سرے سے حیض (MENSIS) ہی نہ آتا ہو تو اس کی عِدّت کا حکم سورۃ الطلاق میں مذکور ہے۔

چنانچہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَالّٰٓـِٔىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔىْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ ①

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری (MENSIS) کے آنے سے ناامید ہوچکی ہوں، اگر تمہیں (ان کی عِدّت کے بارے میں) شک ہو تو (یاد رکھو) کہ ان کی عِدّت تین مہینے ہے، اور ان عورتوں کی (عِدّت) بھی (یہی ہے) جنہیں ابھی ماہواری آئی ہی نہیں، اور جو عورتیں حاملہ (پیٹ سے) ہوں، ان کی عِدّت (کی میعاد) یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کے بچے کو جن لیں، اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔

آیت کے پہلے حصہ میں ان عورتوں کی عدت کو بتلایا گیا ہے، جنہیں کسی بھی وجہ سے ماہواری کا خون نہ آتا ہو، کہ ایسی عورتوں کی عِدّتِ طلاق تین مہینے ہے۔

اور دوسرے حصہ میں حاملہ عورت کی عِدّت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کی عِدّت بچہ کی پیدائش تک کی مدت ہے، خواہ عِدّتِ طلاق ہو یا عِدّتِ وفات۔

عِدّت سے متعلق احادیث

عدت سے متعلق احادیثِ مبارکہ میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

---

① سورة الطلاق (رقم الآيه ٤)

①....''عن حفصة عن أم عطية أن رسول الله ﷺ قال: لا تحد امرأة على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشرا ......'' ①

ترجمہ: حضرت ام عطیہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عورت سوائے شوہر کے کسی اور میت پر تین دن سے زائد سوگ نہ کرے، صرف شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن کرے۔

②....''ان رسول الله ﷺ قال لفاطمة بنت قيس :اعتدى فى بيت ابن ام مكتوم'' ②

ترجمہ: حضرت بنی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت قیس (رضی اللہ عنہا) کو حکم دیا کہ تم ابن ام مکتومؓ کے گھر عدت گزارو۔

دوسرا باب

حکمِ عِدّت

جب میاں اور بیوی کے درمیان قائم رشتۂ نکاح کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تو اس کے بعد عورت پر عدت لازم ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۴)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: ''وعلى هذا يبنى وقت وجوب العدة أنها تجب من وقت وجود سبب الوجوب من الطلاق'' ③

عدت لازم ہونے کے اسباب

عِدّت درج ذیل اسباب کی وجہ سے لازم ہوتی ہے۔

① (۲/۱) الجامع الصحيح لمسلم بن الحجاج القشيري(رقم الحديث۳۷۵۶)

② (۲/۱) الجامع الصحيح لمسلم بن الحجاج القشيري(رقم الحديث۳۸۱۳)

③ (۳)بدائع الصنائع لابى بكر بن مسعودالكاسانى(۳۰۱/۳)(رشيديه كوئٹہ)

① شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے (خلع اور فسخِ نکاح کا حکم وہی ہے جو طلاق کا ہے)
② شوہر کا انتقال ہوجائے۔
③ وطی بالشبہ (کسی اور عورت کو غلطی سے اپنی بیوی سمجھ کر صحبت یعنی ہمبستری کرلی جائے)
چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ ①

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ ②

اور بدائع الصنائع میں ہے:

"ومنها الوطئ عن شبهة النكاح بأن زفت إليه غير امرأته فوطئها؛ لأن الشبهة تقام مقام الحقيقة في موضع الاحتياط، وإيجاب العدة من باب الاحتياط" ③

پہلے سبب کی تشریح

اپنی بیوی کو طلاق دیتے وقت اس کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں:
① پہلی حالت یہ ہے کہ اسے مباشرت (جماع) کے بعد طلاق دیدی جائے۔
② دوسری حالت یہ ہے کہ اس سے تنہائی میں ملنے (یعنی خلوت صحیحہ) کے بعد طلاق دیدی جائے۔
③ تیسری حالت یہ ہے کہ اس سے تنہائی میں ملنے (یعنی خلوت صحیحہ) سے بھی پہلے طلاق دیدی جائے۔

---

① سورة البقرة (رقم الآیہ۲۲۸)
② سورة البقرة (رقم الآیہ۲۳۴)
③ بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳۰۱/۳)(رشیدیہ کوئٹہ)

۞ ان تین حالتوں میں سے پہلی حالت میں عورت پر عِدّت لازم ہے، خواہ اس کا نکاح صحیح ہو یا فاسد یعنی بے قاعدہ مثلاً گواہوں کے بغیر نکاح کیا گیا ہو یا عورت نے عدت میں نکاح کرلیا ہو یا کسی نے اپنی سالی سے نکاح کیا ہو اور اس کی بہن ابھی تک اس کے نکاح میں ہو۔

۞ دوسری حالت میں عورت پر عِدّت تب لازم ہے جب اس کا نکاح صحیح ہو، اگر اس کا نکاح صحیح نہ ہو مثلاً اس کا نکاح گواہوں کے بغیر کر دیا گیا ہو اور پھر شوہر نے اسے تنہائی میں ملنے کے بعد طلاق دیدی ہو تو اس پر عِدّت لازم نہیں۔

۞ اور تیسری حالت میں عورت پر عِدّت لازم نہیں، خواہ اس کا نکاح صحیح ہو یا فاسد۔
(بہشتی زیور، ص ۲۸۵)

نوٹ: اور یہی تین حالتیں خلع اور فسخِ نکاح میں بھی ہوسکتی ہیں، ان کا حکم بھی وہی ہے جو طلاق کی مندرجہ بالا تین حالتوں اور صورتوں کا ہے، اور اس کی عدت بھی وہی ہے جو طلاق کی عدت ہے۔

اس مندرجہ بالا اصولی بحث کی روشنی میں بہت سے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے، چند ایک مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ ① جس عورت کا نکاح صحیح نہ ہوا ہو مثلاً اس کا نکاح گواہوں کے بغیر کیا گیا ہو اور اس کو خاوند مباشرت (ہمبستری) کے بعد طلاق دیدے تو اس پر عدت لازم ہے، اور اگر مباشرت (ہمبستری) سے پہلے طلاق دیدے تو اس پر عدت لازم نہیں، خواہ ان کے درمیان ایسی یکجائی (خلوتِ صحیحہ) ہوئی ہو جس میں شوہر کو جماع کرنے کا موقع ہو یا ایسی یکجائی نہ ہوئی ہو۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۵)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

’’ومنها الفرقة في النكاح الفاسد بتفريق القاضي أو بالمتاركة، وشرطها الدخول‘‘ ①

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۰۳) (رشیدیہ کوئٹہ)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ”وهو الخلوة الصحيحة في النكاح الصحيح دون الفاسد ، فلا يجب بدون الدخول إلا أن الخلوة الصحيحة في النكاح الصحيح أقيمت مقام الدخول في وجوب العدة .. فتجب به العدة كما تجب بالدخول بخلاف الخلوة في النكاح الفاسد .. فأقيمت مقامه احتياطا إقامة للسبب مقام المسبب فيما يحتاط فيه .والخلوة في النكاح الفاسد لا تفضي إلى الدخول لوجود المانع ، وهو فساد النكاح ، وحرمة الوطئ .. فلا تقوم مقام الدخول“ ①

مسئلہ ② جس عورت کو اسکا خاوند تنہائی (خلوتِ صحیحہ) میں ملنے کے بعد طلاق دیدے اور اس کا نکاح بھی صحیح ہوا ہو تو اس پر عِدّت لازم ہے۔ (بہشتی زیور، ص۲۸۵)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وشرط وجوبها الدخول أو ما يجري مجرى الدخول ، وهو الخلوة الصحيحة في النكاح الصحيح دون الفاسد“ ②

مسئلہ ③ جس عورت کو خلوت سے پہلے طلاق ہوئی ہو تو اس پر عدت لازم نہیں۔ (بہشتی زیور، ص۲۸۵)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”فلا يجب بدون الدخول ، والخلوة الصحيحة“ ③

مسئلہ ④ جس عورت کا خاوند (معاذ اللہ) دین اسلام سے پھر کر عیسائی یا یہودی وغیرہ ہو جائے تو اس کے دین اسلام سے پھرتے ہی نکاح فسخ (ختم) ہو جائے گا اور اس کی بیوی پر عدت طلاق لازم ہو گی۔

مسئلہ ⑤ اور اگر عورت (معاذ اللہ) مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح فسخ (ختم) ہو جائے گا،

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی (۳/ ۳۰۴) (رشیدیہ کوئٹہ)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۰۲)(رشیدیہ کوئٹہ)

③ بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۰۲)(رشیدیہ کوئٹہ)

عِدّت لازم ہو گی یا نہیں؟ بعض محققین کا کہنا یہ ہے (اور یہی صحیح ہے) کہ اس پر عِدّت لازم ہے۔ (فتاوی حقانیہ ۴/۵۴۷)

چنانچہ فتاوی ہندیہ ہے:

”وإن أخبرت المرأة أن زوجها قد ارتد لها أن تتزوج بآخر بعد انقضاء العدة في رواية الاستحسان وفي رواية السير ليس لها أن تتزوج قال شمس الأئمة السرخسي الأصح رواية الاستحسان كذا في فتاوى قاضي خان في باب الردة“ ①

اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”وأفاد وجوب العدة سواء ارتد أو ارتدت بالحيض أو بالأشهر لو صغيرة أو آيسة أو بوضع الحمل كما في البحر“ ②

دوسرے سبب (موت) کی تفصیل

شوہر کا انتقال بھی پہلے سبب کی تشریح میں ذکر شدہ تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت کے بعد ممکن ہے:

① لہٰذا اگر شوہر کا انتقال پہلی حالت یعنی بیوی سے مباشرت (ہمبستری) کے بعد ہوا ہے تو عورت پر عدت لازم ہے، خواہ اس کا نکاح صحیح ہوا ہو یا فاسد یعنی بے قاعدہ مثلاً گواہوں کے بغیر ہوا ہو، البتہ اگر نکاحِ فاسد ہو تو اس پر عدتِ وفات کے بجائے عِدتِ طلاق لازم ہو گی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اسے ماہواری (MENSIS) کا خون آتا ہو تو اس کی عِدّت تین مکمل ماہواریاں ہے، اور اگر اسے بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے ماہواری کا خون بالکل نہ آتا ہو تو اس

---

① الفتاوى الهندية (۱/۳٤٠)رشيديه كوئٹہ)

② ردالمحتارالمعروف بفتاوى الشامى(۳/۱۹٤)(ايچ ،ايم ،سعيد)

کی عِدّت تین مہینے ہے، اور اگر اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو بچہ کے پیدا ہونے کی مدت تک اس کی عدت ہے۔

② دوسری حالت کہ اگر شوہر کا انتقال بیوی سے تنہائی میں ملنے کے بعد ہوا ہو۔

③ یا تیسری حالت کہ بیوی سے تنہائی میں ملنے سے پہلے ہوا ہو، تو ان دونوں صورتوں میں عورت پر عدت تب لازم ہے، جب اس کا نکاح صحیح ہوا ہو، اگر اس کا نکاح صحیح نہیں ہوا مثلاً بے قاعدہ گواہوں کے بغیر اس کا نکاح ہوا ہو یا اس نے عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کرلیا ہو تو اس پر ان دونوں حالتوں میں عدت لازم نہیں۔ (بہشتی زیور، ص۲۸۶)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ ①

اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”(قوله: بشرط بقاء النكاح صحيحا إلى الموت) لأن العدة في النكاح الفاسد ثلاث حيض للموت وغيره كما مر“ ②

اور بدائع الصنائع میں ہے:

”منها الفرقة في النكاح الفاسد بتفريق القاضي أو بالمتاركة، وشرطها الدخول.....ويستوي فيها الفرقة، والموت“ ③

اس مندرجہ بالا اصولی بحث کی روشنی میں بہت سے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے،

---

① سورة البقرة (رقم الآیہ(٢٣٤)

② ردالمحتارالمعروف بفتاوی الشامی(۵۱۰/۳)(ایچ ،ایم ،سعید)

③ بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۰۳)(رشیدیہ کوئٹہ)

چند ایک درج ذیل ہیں:

مسئلہ ① میاں بیوی دونوں نابالغ ہوں یا کوئی ایک نابالغ ہو، اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کی بیوی پر عدتِ وفات لازم ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۶)

مسئلہ ② جس عورت کا خاوند اس سے مباشرت (ہمبستری) کے بعد فوت ہو جائے، تو اس عورت پر عدت لازم ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۶)

مسئلہ ③ جس عورت کا نکاح صحیح نہ ہوا ہو مثلاً اس کا نکاح گواہوں کے بغیر ہو گیا ہو یا عدت کے ختم ہونے سے پہلے اس کا نکاح ہوا ہو یا اس کے اپنے بہنوئی سے نکاح ہو گیا ہو اور اس کی بہن بھی اب تک اس کے نکاح میں ہو، اور پھر اس کا خاوند مباشرت (ہمبستری) کے بعد فوت ہو جائے، تو اس پر عدت لازم ہے، البتہ اس پر عدتِ وفات کی بجائے عدتِ طلاق لازم ہو گی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اسے ماہواری (MENSIS) کا خون آتا ہو تو اس کی عِدّت تین مکمل ماہواریاں ہے، اور اگر ماہواری کا خون نہ آتا ہو تو اس کی عِدّت تین مہینے ہے، اور اگر وہ حمل (پیٹ) سے ہو تو اس کی عِدّت بچہ پیدا ہونے تک کی مدت ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل دوسرے سبب کی تشریح کے تحت گزر چکی ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۶)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"وعدة المنكوحة نكاحا فاسدا) فلا عدة في باطل وكذا موقوف قبل الإجازة.... (الحيض للموت)أي موت الواطىء (وغيره) كفرقة أو متاركة لأن عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحيض ولم يكتف بحيضة احتياطا" ①

مسئلہ ④ جس عورت کا خاوند اس سے تنہائی میں ملنے (خلوتِ صحیحہ) کے بعد مباشرت (ہمبستری) کیے بغیر فوت ہو جائے تو اس پر عدت لازم ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۶)

---

① الدرالمختار لعلاء الدین الحصکفیؒ (۵۱۶/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

مسئلہ ⑤ جس عورت کا خاوند اسے تنہائی میں ملنے (خلوتِ صحیحہ) سے پہلے فوت ہوجائے تو اس پر عدت لازم ہے۔ (بہشتی زیور، ص۲۸۶)

مسئلہ ⑥ جس عورت کا نکاح صحیح نہ ہوا ہو مثلاً اس کا نکاح گواہوں کے بغیر کیا گیا ہو اور اس کا خاوند اسے تنہائی میں ملنے (خلوتِ صحیحہ) کے بعد، مباشرت (ہمبستری) کیے بغیر یا تنہائی میں ملنے سے ہی پہلے فوت ہوجائے تو اس پر عدت لازم نہیں۔ (بہشتی زیور، ص۲۸۶)

مسئلہ ⑦ عدتِ وفات گزارنے والی غیر مسلم خاتون اگر مسلمان ہوجائے، تو اگر اس کے عدت کے ایام باقی ہوں یعنی اس کے شوہر کو مرے ہوئے چار ماہ دس دن نہ ہوئے ہوں تو اس پر ان بقیہ ایام میں عدت لازم ہو گی، اور اگر عدت کے ایام گذر چکے ہوں، تو پھر اس پر از سر نو عدت لازم نہیں۔

تیسرے سبب (وطی بالشبہ) کی تشریح

تشریح اس کی یہ ہے کہ اگر کسی نے غیر کی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر دھوکہ (غلطی) سے صحبت (ہمبستری) کر لی، پھر اسے معلوم ہوا کہ یہ تو میری بیوی نہیں ہے، تو اس عورت پر عدتِ طلاق لازم ہے، جب تک عدت ختم نہ ہو، تب تک اس کے شوہر کا اس سے صحبت (ہمبستری) کرنا شرعاً صحیح نہیں، اور اگر اس صحبت کی وجہ سے حمل ٹھہر گیا، تو وہ بچہ پیدا ہونے تک عدت میں بیٹھے گی، اور اس بچے کا نسب شرعاً صحیح ہو گا، جس نے غلطی سے صحبت کی ہے اسی کا لڑکا کہلائے گا۔ (بہشتی زیور، ص۲۸۶)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”ومنها الوطئ عن شبهة النكاح بأن زفت إليه غير امرأته فوطئها ؛ لأن الشبهة تقام مقام الحقيقة في موضع الاحتياط ، وإيجاب العدة من باب الاحتياط“ ①

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۰۳)(رشیدیہ کوئٹہ)

تیسرا باب

خلوتِ صحیحہ کی تعریف

خلوتِ صحیحہ فقہی اصطلاح ہے، جس کی تفسیر ملک العلماء علامہ کاسانیؒ نے یہ کی ہے:
''ثم تفسير الخلوة الصحيحه هو ان لا يكو ن هناك مانع من وطىء؟ حقيقي ولا شرعي ولا طبعي''

خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ایسی تنہائی ہو کہ ان کو مباشرت اور ہمبستری سے کسی قسم کی حقیقی، شرعی اور طبعی رکاوٹ نہ ہو۔

حقیقی رکاوٹ سے کیا مراد ہے؟

مباشرت سے حقیقی رکاوٹ کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی ایک مثلاً شوہر اتنا چھوٹا ہو کہ وہ جماع (ہمبستری) نہ کرسکتا ہو یا لڑکی اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے جماع نہ کیا جاسکتا ہو یا عورت کی شرمگاہ میں ہڈی وغیرہ ہو جس کی وجہ سے جماع نہ ہو سکتا ہو۔ چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''أما المانع الحقيقي فهو أن يكون أحدهما مريضا مرضا يمنع الجماع أو صغيرا لا يجامع مثله أو صغيرة لا يجامع مثلها أو كانت المرأة رتقاء أو قرناء ؛لأن الرتق والقرن يمنعان من الوطئ''①

شرعی رکاوٹ سے کیا مراد ہے؟

شرعی رکاوٹ کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی ایک رمضان کے روزے سے ہو یا حجِ فرض یا نفل یا عمرہ کے احرام سے ہو یا عورت حیض (MENSIS) یا نفاس (ڈیلوری کے بعد آنے والا خون) کی حالت میں ہو۔

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۲/ ۵۸٦، ۵۸۷) (رشیدیہ کوئٹہ)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وأما المانع الشرعي فهو أن يكون أحدهما صائما صوم رمضان أو محرما بحجة فريضة أو نفل أو بعمرة أو تكون المرأة حائضا أو نفساء“ ①

طبعی رکاوٹ سے کیا مراد ہے؟

طبعی رکاوٹ کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی کے ساتھ کوئی تیسرا انسان ہو، خواہ وہ بینا ہو یا نابینا، سو رہا ہو یا جاگ رہا ہو، بالغ ہو یا سمجھدار نابالغ، مرد ہو یا عورت، اجنبیہ ہو یا اس کی دوسری منکوحہ (بیوی)۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”(وأما) المانع الطبعي فهو أن يكون معهما ثالث ....، وسواء كان الثالث بصيرا أو أعمى يقظانا أو نائما بالغا أو صبيا بعد أن كان عاقلا رجلا أو امرأة أجنبية أو منكوحته“ ②

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میاں بیوی کو ایسی تنہائی مل جائے جہاں مباشرت سے روکنے والے مذکورہ بالا اسباب میں سے کوئی سبب موجود نہ ہو تو وہ خلوت صحیحہ ہے۔

خلوتِ فاسدہ کی تعریف

خلوتِ فاسدہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ایسی تنہائی ہو کہ ان کو مباشرت اور ہمبستری سے روکنے والے مذکورہ اسباب (حقیقی، طبعی، شرعی) میں سے کوئی ایک موجود ہو۔

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۲/ ۵۸۶، ۵۸۷) (رشیدیہ کوئٹہ)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۲/ ۵۸۷)(رشیدیہ کوئٹہ)

کیا خلوتِ فاسدہ کے بعد طلاق سے عدت لازم ہوتی ہے؟

خلوتِ فاسدہ کے بعد عورت کو طلاق ہوجائے، تو اس پر عدت لازم ہونے میں علامہ کاسانیؒ صاحبِ بدائع کے بقول یہ تفصیل ہے کہ خلوت اگر مانع حقیقی کی وجہ سے فاسد ہوئی ہو، تو عورت پر عدت لازم نہیں۔

اور اگر خلوت مانع طبعی یا مانع شرعی کی وجہ سے فاسد ہوئی ہو، تو پھر عورت پر عدت لازم ہے، مگر مفتیٰ بہ بات یہ ہے کہ خلوتِ فاسدہ کے بعد بھی طلاق کی وجہ سے عورت پر عدت لازم ہے، خواہ خلوت کے فساد کا سبب حقیقی ہو یا طبعی ہو یا شرعی ہو۔
(کفایت المفتی ۸/۵۷۹)

چنانچہ علامہ شامیؒ بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قوله (أي صحيحة) فيه نظر فإن الذي تقدم في باب المهر أن المذهب وجوب العدة للخلوة صحيحة أو فاسدة... وتجب العدة بخلوته وإن كانت فاسدة لأن تصريحهم بوجوبها بالخلوة الفاسدة شامل لخلوة الصبي كذا في البحر من باب العدة" ①

اس اصولی بحث کی روشنی میں چند ایک مسائل لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ ① میاں بیوی میں تنہائی (خلوتِ صحیحہ) کے وقت ان میں کوئی ایک اتنا چھوٹا ہوکہ اسے جماع (ہمبستری) کی قدرت نہ ہو یا عورت کی شرمگاہ میں کوئی ایسی ہڈی وغیرہ ہو، جس کی وجہ سے اس سے جماع نہ ہوسکتا ہو یا ان میں کوئی اتنا مریض ہوکہ جماع نہ کرسکتا ہو، تو ان سب صورتوں میں اگر خلوت کے بعد شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس پر عدت لازم ہے۔
(خواتین کے مسائل اور ان کا حل (۱/۲۴۵))

مسئلہ ② نابالغ شوہر اگر اپنی بیوی کے ساتھ خلوت (تنہائی کرلے) اور پھر بالغ ہونے کے بعد خلوت اور تنہائی میں ملے بغیر، طلاق دیدے تو اس کی بیوی پر عدت لازم ہے۔ (خواتین کے مسائل اور ان کا حل (۱/۲۴۴))

---

① ردالمحتار المعروف بفتاوى الشامی (۱۱٤/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

مسئلہ ③ اگر خاوند نامرد یا خصّی یا مجبوب (جس کا ذکر کٹا ہوا) ہو، اور وہ اپنی بیوی سے خلوت (تنہائی میں ملنے) کے بعد، طلاق دیدے، تو اس کی بیوی پر عدت لازم ہے۔ (خواتین کے مسائل (۱/۲۴۵)

مسئلہ ④ میاں بیوی میں سے کوئی ایک فرض روزے سے ہو یا حج وعمرہ کے احرام سے ہو یا عورت حیض (MENSIS) ونفاس (PUERPERAL) کی حالت میں ہو، تو ان سب صورتوں میں اگر شوہر اپنی بیوی کو خلوت (تنہائی میں ملنے) کے بعد، جماع (ہمبستری) کیے بغیر، طلاق دیدے تو اس پر عدت لازم ہے۔ (کفایت المفتی ۸/۵۷۹)

مسئلہ ⑤ میاں بیوی کی تنہائی کی ملاقات میں اگر کوئی تیسرا آدمی یا عورت ہو، خواہ اس کی دوسری بیوی ہی کیوں نہ ہو یا نابالغ سمجھدار بچہ ہو، خواہ وہ سو رہا ہو یا جاگ رہا ہو، ان سب صورتوں میں اگر شوہر اپنی بیوی کو خلوت (تنہائی ملنے) کے بعد، جماع (ہمبستری) کیے بغیر، طلاق دیدے تو اس پر عدت لازم ہے۔ (کفایت المفتی ۸/۵۷۹)

چوتھا باب

عدت شروع ہونے کا وقت

عدت کا وقت طلاق یا خاوند کی وفات کے فوراً بعد سے شروع ہو جاتا ہے، خواہ عورت کو طلاق یا خاوند کی وفات کا علم ہو یا نہ ہو، لہٰذا اگر کسی عورت کو تین حیض یا چار ماہ دس دن کے بعد پتہ چلا کہ اس کو تو خاوند نے تین حیض سے پہلے طلاق دے دی تھی یا اس کا چار ماہ دس دن پہلے انتقال ہو گیا تھا، تو اس عورت کی عدت ختم ہو گئی، البتہ نکاحِ فاسد کہ عورت کا نکاح گواہوں کے بغیر ہو گیا ہو یا عدت میں اس کا نکاح ہوا ہو اور خاوند نے عورت سے صحبت (ہمبستری) بھی کر لی ہو، تو اس میں عورت پر عدت تب لازم ہوتی ہے، جب قاضی ان کے درمیان تفریق (جدائی) کرا دے یا وہ خود ایک

دوسرے کو چھوڑ کر علیحدگی اختیار کرلیں۔ (احکامِ میت ۲۲۲) (بہشتی زیور ۲۸۶)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وعلى هذا يبنى وقت وجوب العدة أنها تجب من وقت وجود سبب الوجوب من الطلاق، والوفاة، وغير ذلك حتى لو بلغ المرأة طلاق زوجها أو موته فعليها العدة من يوم طلق أو مات عند عامة العلماء، وعامة الصحابة رضي الله عنهم“ ①

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”ومنها الفرقة في النكاح الفاسد بتفريق القاضي أو بالمتاركة۔۔۔۔ ثم يعتبر الوجوب في الفرقة من وقت الفرقة، وفي الموت من وقت الموت عند أصحابنا الثلاثة، وعند زفر من آخر وطء وطئها“ ②

عدت کی اقسام

عدت کی دو قسمیں ہیں:

①... عدتِ طلاق (خلع، فسخِ نکاح اور ایلاء کا حکم بھی طلاق کے حکم کی طرح ہے)

②... عدتِ وفات۔

عدتِ طلاق کی اقسام

عدتِ طلاق اور اسی طرح خلع، ایلاء اور فسخِ نکاح کی عدت کی درج ذیل تین اقسام ہیں۔

① تین حیض (MENSIS)۔ ② تین مہینے۔

③ وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت)

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس مطلّقہ (طلاق یافتہ) عورت کو حیض (MENSIS) کا خون آتا ہو اور وہ حمل (پیٹ) سے بھی نہ ہو، تو اس کی عدتِ طلاق

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۰۱)(رشیدیہ کوئٹہ)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۰۳)(رشیدیہ کوئٹہ)

تین مکمل حیض ہے، اور اگر اسے نہ حیض کا خون آتا ہو اور نہ ہی وہ حمل (بچہ) سے ہو تو اس کی عدت طلاق تین مہینے ہے، اور اگر وہ طلاق کے وقت حمل (بچہ) سے ہو، تو اس کی عدتِ طلاق وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت) ہے۔ چنانچہ عدتِ طلاق کی پہلی قسم سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ ①

دوسری اور تیسری قسم سے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ②

عدتِ وفات کی اقسام

عدتِ وفات کی دو قسمیں ہیں:

① چار مہینے دس دن۔ ② وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت)

اگر شوہر کے انتقال کے وقت عورت حمل (بچہ) سے نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے، اور اگر حمل (بچہ) سے ہو، تو اس کی عدتِ وفات وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت) ہے۔

چنانچہ عدتِ وفات کی پہلی قسم سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ ③

---

① سورة البقرة (رقم الاية ٢٢٨)

② سورة الطلاق (رقم الاية ٤)

③ سورة البقرة (رقم الاية ٢٤٠)

اور دوسری قسم سے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾①

عدتِ طلاق کے مسائل

پہلے یہ بتلایا جاچکا ہے کہ عدتِ طلاق کی تین قسمیں ہیں۔

①... تین حیض (MENSIS)

②... تین مہینے

③... وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت)

ذیل میں ہر ایک کے مسائل علیحدہ علیحدہ لکھے جاتے ہیں تاکہ دیکھنے میں آسانی ہو۔

پہلی قسم (تین حیض) کے مسائل

مسئلہ ① جس مطلّقہ (طلاق یافتہ) عورت کو حیض کا خون آتا ہو اور وہ طلاق کے وقت حمل (بچہ) سے بھی نہ ہو، تو اس کی عدتِ طلاق تین مکمل حیض (MENSIS) ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۵)

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾②

مسئلہ ② طلاق اگر حیض (MENSIS) کے دنوں میں ملی ہو یعنی حیض کا خون جاری ہوئے چار دن مثلاً ہوئے تھے کہ شوہر نے طلاق دیدی، تو یہ حیض جس میں طلاق دی ہے، عدت میں شمار نہیں ہوگا، اس حیض کے علاوہ تین اور حیض عدت کے ہونگے۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۵)

---

① سورة الطلاق (رقم الآیہ ٤)

② سورة البقرة (رقم الایہ۲۲۸)

مسئلہ ③ ایک مکمل حیض (MENSIS) شرعاً سوقت شمار ہوگا، جب اس کا خون اپنی کم از کم مدت تک جاری رہے، اور اگر وہ اپنی کم از کم مدت تک جاری نہ رہے تو وہ شرعاً حیض شمار نہیں ہوگا، بلکہ وہ استحاضہ (بیماری) کا خون ہوگا، اور اس پر حیض کے احکام مثلاً نماز کا معاف ہونا اور عدت کا ختم ہونا وغیرہ، جاری نہیں ہونگے، لہٰذا اگر طلاق کی عدت گزارنے والی کسی عورت کے پہلے اور دوسرے حیض کا خون تو اپنی کم از کم مدت تک جاری رہے، مگر تیسرے حیض کا خون صرف دو دن آئے، اور پھر رک جائے، تو اس کی عدت اس دو دن آنے والے خون کی وجہ سے ختم نہیں ہوگی، بلکہ اسے تیسرے حیض کے آنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ یاد رہے کہ حیض کے خون کی کم از کم مدت تین دن اور تین رات ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۸/ ۴۱۳)

چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

''قوله (فما نقص من ذلك أو زاد استحاضة) أي ما نقص من الأقل أو زاد على الأكثر فهو استحاضة لأن هذا الدم إما أن يكون دم حيض أو نفاس أو استحاضة فانتفى الأولان فتعين الثالث ولأن تقدير الشرع يمنع إلحاق غيره به'' ①

مسئلہ ④ جس عورت کو حیض (MENSIS) کا خون ایک یا دو سال یا اس سے بھی زیادہ وقفہ سے آتا ہو، اور اسے خاوند طلاق دیدے، اور وہ حمل (بچہ) سے بھی نہ ہو، تو اس کی عدت تین حیض ہی ہے، اگر اتنا عرصہ انتظار دشوار ہو، تو کسی مستند مفتی صاحب کو صحیح صورتِ حال لکھ کر یا زبانی بتلا کر ان سے مسئلہ پوچھ لیا جائے۔ (فتاوی رحیمیہ ۸/ ۴۱۳)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

① البحرالرائق لابن نجیمؒ (۱/ ۳۳٤) (دارالکتب العلمیہ بیروت)

’’(و) العدة (في) حق (من لم تحض) حرة أو أم ولد (لصغر) بأن لم تبلغ تسعا (أو كبر) بأن بلغت سن الإياس (أو بلغت بالسن) وخرج بقوله (ولم تحض) الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحيض إلى أن تبلغ سن الأياس‘‘ ①

مسئلہ ⑤ اگرشوہرعدت کے دوران دوسری یا تیسری طلاق دیدے تو اس سے عدت میں اضافہ نہیں ہوگا، عدت وہی رہے گی جو پہلے تھی کہ اگر وہ حمل (بچہ) سے نہ ہو تو اس کی عدت تین مکمل حیض ہے، اور اگر حمل سے ہو تو پھر عدت وضعِ حمل (بچہ پیدا ہونے تک کی مدت) ہے، اور عدت کا حساب پہلی طلاق سے ہوگا، دوسری یا تیسری طلاق سے نہیں ہوگا۔ (فتاوی رحیمیہ ۸/۴۲۷)

مسئلہ ⑥ طلاقِ بائن (وہ طلاق جس سے نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے) یا تین طلاق کے بعد اگر خاوند نے جان بوجھ کر اپنی مطلّقہ (طلاق یافتہ) عورت سے صحبت (ہمبستری) کر لی تو اس صحبت (ہمبستری) کی وجہ سے اس کی عدت میں اضافہ نہیں ہوگا، عدت وہی رہے گی جو پہلے تھی، اگرچہ اس صحبت (ہمبستری) کی وجہ سے بہت بڑا گناہ ہوا۔ (فتاوی حقانیہ ۴/۵۳۶)

مسئلہ ⑦ یاد رہے کہ خاوند نے اگر کنائی الفاظ سے طلاقِ بائن دی ہو، مثلاً عورت طلاق کا مطالبہ کر رہی ہو اور شوہر نے غصہ میں اسے یہ کہہ دیا ہو کہ جاؤ، اپنا دوسرا خاوند تلاش کرو، اور پھر جان بوجھ کر عدت میں اس سے صحبت (ہمبستری) کر لی ہو، تو اس صحبت (ہمبستری) کی وجہ سے عورت پر ایک اور عدت لازم ہوگی، اور دونوں عدتوں میں تداخل ہوگا، لہٰذا جس وقت صحبت (ہمبستری) کی ہے، اس کے بعد سے تین حیض گزارنا ضروری ہے، جب تین حیض گزر جائیں گے تب دونوں عدتیں ختم ہو جائیں گی۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۲۸)

---

① الدر المختار لعلاء الدین الحصکفیؒ (۳/۵۰۷) (ایچ، ایم، سعید)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''مطلب في وطئ المعتدة بشبهة قوله (وإذا وطئت المعتدة) أي من طلاق أو غيره وكذا المنكوحة إذا وطئت بشبهة ثم طلقها زوجها كان عليها عدة أخرى وتداخلتا كما في الفتح وغيره قوله (بشبهة) متعلق بقوله وطئت وذلك كالموطوءة للزوج في العدة بعد الثلاث بنكاح وكذا بدونه إذا قال ظننت أنها تحل لي أو بعد ما أبانها بألفاظ الكناية وتمامه في الفتح ومفاده أنه لو وطئها بعد الثلاث في العدة بلا نكاح عالما بحرمتها لا تجب عدة أخرى لأنه زنا وفي البزازية طلقها ثلاثا ووطئها في العدة مع العلم بالحرمة لا تستأنف العدة بثلاث حيض ويرجمان إذا علما بالحرمة ووجد شرائط الإحصان ولو كان منكرا طلاقها لا تنقضي العدة ولو ادعى الشبهة تستقبل'' ①

مسئلہ ⑧ اور اگر خاوند نے طلاقِ بائن (وہ طلاق جس سے نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے) یا تین طلاق کے بعد دھوکہ سے یعنی یہ سمجھ کر کہ طلاقِ بائن کے بعد عدت گزرنے سے پہلے تک میرا اپنی اس بیوی سے ہمبستر ہونا حلال ہے، صحبت (ہمبستری) کرلی تو پھر اس صحبت (ہمبستری) کی وجہ سے عورت پر ایک اور عدت لازم ہوگی، لہٰذا جس وقت دھوکہ سے صحبت ہوئی ہے اس کے بعد سے تین حیض گزارنا ضروری ہے، جب تین حیض (MENSIS) گزرجائیں گے تب دونوں عدتیں ختم ہوجائیں گی۔ اور اس صحبت (ہمبستری) کی وجہ سے جو گناہ ہوا اس سے توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے۔ (بہشتی زیور ص ۲۸۶)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

---

① ردالمحتارالمعروف بفتاوى الشامى(۵۱۸/۳)(ایچ ،ایم ،سعید)

”مطلب في وطئ المعتدة بشبهة قوله (وإذا وطئت المعتدة) أي من طلاق أو غيره در منتقى وكذا المنكوحة إذا وطئت بشبهة ثم طلقها زوجها كان عليها عدة أخرى وتداخلتا كما في الفتح وغيره قوله (بشبهة) متعلق بقوله وطئت وذلك كالموطوءة للزوج في العدة بعد الثلاث بنكاح وكذا بدونه إذا قال ظننت أنها تحل لي أو بعد ما أبانها بألفاظ الكناية وتمامه في الفتح“ ①

مسئلہ ⑨ جس عورت کو عدتِ طلاق میں دو مرتبہ حیض (MENSIS) کا خون آئے پھر حیض بالکل بند ہو جائے تو جب تک وہ حیض کے خون آنے سے ناامید ہونے کی عمر (AGE) کو نہ پہنچ جائے، تب تک اس کی عدت تین حیض ہی رہے گی، اگر حیض سے ناامید ہونے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے پہلے تیسرے حیض کا خون آجائے اور وہ اپنی کم از کم مدت تک جاری بھی رہے تو ٹھیک، ورنہ حیض کا خون آنے سے ناامید ہونے کی عمر کے بعد تین ماہ گزارنے سے عدت ختم ہو جائے گی۔ (احسن الفتاوی ۵/ ۴۴۴)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”قال أصحابنا: إذا تأخر حيض المطلقة لعارض أو غيره بقيت في العدة حتى تحيض أو تبلغ حد الإياس“ ②

مسئلہ ⑩ حیض سے ناامید ہونے کی عمر پچپن (55) سال ہے، جب عورت پچپن سال کی عمر کو پہنچ جائے اور حیض کے خون کو بند ہوئے کم از کم چھ مہینے بھی ہو چکے ہوں، خواہ یہ چھ مہینے پچپن سال سے پہلے ہوئے ہوں یا پچپن سال کے بعد، تو اس کی عدت مہینوں کے حساب سے ہو گی۔ (احسن الفتاوی ۵/ ۴۴۴)

---

① ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی(۵۱۸/۳)(ایچ ،ایم ،سعید)

② ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی(۵۱۰،۵۱۵/۳)(ایچ ،ایم ،سعید)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”(و) الإياس (سنة) للرومية وغيرها (خمس وخمسون) عند الجمهور وعليه الفتوى. وقيل الفتوى على خمسين نهر وفي البحر عن الجامع: صغي (قوله: للرومية وغيرها) وقيل للرومية خمس وخمسون ولغيرها ستون، وقيل ستون مطلقا، وقيل سبعون..... وفي القهستاني وقيل: ثلاثون (قوله: وقيل الفتوى على خمسين) قال القهستاني: وبه يفتى اليوم كما في المفاتيح رة بلغت ثلاثين سنة ولم تحض حكم بإياسها“ ①

مسئلہ ⑪ جس عورت کو پورا مہینہ خون آتا رہتا ہو اور اسے اپنے حیض (MENSIS) کے خون کی عادت مثلاً سات دن وغیرہ بھی یاد نہ ہو، اگر اسے طلاق ہوجائے، تو اس کی عدت سات مہینے میں مکمل ہو گی، اس کا ایک طہر (پاکی کا زمانہ) دو مہینے کے حکم میں ہو گا۔

مسئلہ ⑫ اور اگر اسے اپنے حیض کے خون کی عادت مثلاً سات دن معلوم ہو تو اس کی عدت کا اعتبار اس کے ایامِ عادت سے ہو گا، مثال کے طور پر کسی عورت کی ہر مہینے حیض کے خون آنے کی عادت سات دن تھی، پھر کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے پورا مہینہ خون آنے لگا، تو اس کی عدت تیسرے مہینے کے ساتویں دن تک ہو گی۔

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”(وأما ممتدة الحيض) الأولى أن يقول ممتدة الدم أو المستحاضة والمراد بها المتحيرة التي نسيت عادتها وأما إذا استمر بها الدم وكانت تعلم عادتها فإنها ترد إلى عادتها كما في البحر قوله (فالمفتى به الخ) حاصله أنها تنقضي عدتها بسبعة أشهر وقيل بثلاثة“ ②

① ردالمحتارالمعروف بفتاوی الشامی(۵۱۰،۵۱۵/۳)(ایچ ،ایم ،سعید)

② ردالمحتارالمعروف بفتاوی الشامی(۵۰۹/۳)(ایچ ،ایم ،سعید)

مسئلہ ⑬ جو لڑکی اس طرح بالغ ہوئی ہو کہ اسے پورا مہینہ خون جاری رہتا ہو، تو چونکہ ایسی عورت کے ہر مہینے کے ابتدائی دس دن شرعاً حیض کے خون کے ہیں، اس لیے اگر اسے طلاق ہوجائے، تو اس کی عدت تیسرے مہینے کے پہلے دس دن تک رہے گی۔

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”وأما إذا استمر بها الدم وكانت تعلم عادتها فإنها ترد إلى عادتها كما في البحر“ ①

مسئلہ ⑭ جس مُطلّقہ (طلاق یافتہ) عورت کو عدت کے دوران حیض (MENSIS) کا خون دو مرتبہ آئے، پھر بند ہوجائے اور وہ علاج کرائے، یہاں تک کہ تیسرے حیض کا خون ایک سال بعد آئے، تو اگر وہ خون تین دن اور تین رات تک چلے، تو چونکہ شرعاً وہ حیض کا خون ہے، اس لیے اس سے اس عورت کی عدت ختم ہوجائے گی، اور اگر وہ خون تین دن اور تین رات تک نہ چلے، بلکہ صرف دو یا ایک دن چلے اور پھر بند ہوجائے، تو چونکہ یہ شرعاً حیض اس وقت شمار ہوتا، جب وہ کم از کم تین دن اور تین رات تک چلتا، اس لیے ایسی عورت کی عدت اس خون کی وجہ سے ختم نہیں ہوگی، بلکہ اسے مزید انتظار کرنا پڑے گا، پس اگر حیض سے ناامید ہونے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے پہلے تیسرے حیض کا خون آجائے، اور وہ اپنی کم از کم مدت (تین دن اور رات) تک جاری بھی رہے تو ٹھیک یعنی عدت اس سے ختم ہوجائے گی، ورنہ اسے حیض کے خون سے ناامید ہونے کی عمر (جو کہ پچپن ۵۵ سال ہے) تک پہنچنے کے بعد عدتِ طلاق کے لیے تین مہینے گزارنا ضروری ہوگا، تین مہینے گزرتے ہی عدت ختم ہوجائے گی، بشرطیکہ اس دوران حیض نہ آجائے۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۳۵)

① ردالمحتار المعروف بفتاوى الشامی (۵۰۹/۳) (ایچ، ایم، سعید)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”ثم رأيت الرحمتي أفاد بعض ذلك وقدمنا عن السراج ما يفيد بحث الشارح وهو أن المرضع إذا عالجت الحيض حتى رأت صفرة في أيامه تنقضي به العدة فأفاد أنه لا بد من حيض المرضع ولو بحيلة الدواء وأصرح منه ما في المجتبى قال أصحابنا إذا تأخر حيض المطلقة لعارض أو غيره بقيت في العدة حتى تحيض أو تبلغ حد الإياس“ ①

مسئلہ ⑮ جس نابالغ لڑکی کو بوقتِ بلوغ حیض (MENSIS) کا خون تین دن اور تین رات تک جاری رہے، اس کے بعد بند ہوجائے، تو اگر ایسی لڑکی کو طلاق ہوجائے، اور وہ حمل (پیٹ) سے بھی نہ ہو، تو اس کی عدتِ طلاق تین حیض ہی رہے گی، یہاں تک کہ وہ حیض کے خون سے ناامید ہونے کی عمر (جو کہ 55 سال ہے) کو پہنچ جائے، جب پچپن (55) سال کی عمر کو پہنچ جائے اور حیض کے خون کو بند ہوئے کم از کم چھ مہینے بھی ہو چکے ہوں، خواہ یہ چھے مہینے پچپن سال سے پہلے ہوئے ہوں یا پچپن سال کے بعد، تو اس کی عدت مہینوں کے حساب سے ہوگی، اس کے بعد تین مہینے عدت کے گزارنے سے عدت ختم ہوجائے گی۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۳۵)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”ثم رأيت الرحمتي أفاد بعض ذلك وقدمنا عن السراج ما يفيد بحث الشارح وهو أن المرضع إذا عالجت الحيض حتى رأت صفرة في أيامه تنقضي به العدة فأفاد أنه لا بد من حيض المرضع ولو بحيلة الدواء وأصرح منه ما في المجتبى قال أصحابنا إذا تأخر حيض المطلقة لعارض أو غيره بقيت في العدة حتى تحيض أو تبلغ حد الإياس“ ②

---

① ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی (۵۱۰/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

② ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی (۵۱۰/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

مسئلہ ⑯ جس عورت کو بوقتِ بلوغ صرف ایک دن یا دو دن حیض (MENSIS) کا خون آئے، اور پھر بالکل نہ آئے یا اسے بوقتِ بلوغ حیض کا خون آئے ہی نہیں، اور نہ اس کے بعد آئے، تو ایسی عورت کو اگر طلاق ہو جائے اور وہ حمل (پیٹ) سے بھی نہ ہو، تو اس کی عدتِ طلاق کے بارے میں یہ حکم ہے کہ جب وہ حیض کا خون آنے سے ناامید ہونے کی عمر (AGE) کو پہنچ جائے، تو اس کے بعد تین مہینے عدت کے گزار لے، یوں اس کی عدت ختم ہوجائے گی۔ یاد رہے کہ ایسی عورت کے حیض سے ناامید ہونے کی عمر تیس (30) سال ہے، اور اگر طلاق کے بعد تیس (30) سال تک انتظار کرنا دشوار ہو تو پھر کسی مستند مفتی صاحب کو حالات کی صحیح صورتِ حال بتلا کر مسئلہ پوچھ لیا جائے۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۳۵)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"(و) العدة (في) حق (من لم تحض) حرة أو أم ولد (لصغر) بأن لم تبلغ تسعا (أو كبر) بأن بلغت سن الإياس (أو بلغت بالسن) ....(ثلاثة أشهر) بالأهلة لو في الغرة وإلا فبالأيام" ①

اور اس عبارت کی تشریح میں علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"وقوله: ولم تحض شامل لما إذا لم تر دما أصلا، أو رأت وانقطع قبل التمام. قال في البحر عن التتارخانية بلغت فرأت يوما دما ثم انقطع حتى مضت سنة ثم طلقها فعدتها بالأشهر وسيذكر الشارح عن البحر أنها إذا بلغت ثلاثين سنة ولم تحض حكم بإياسها ويأتي بيانه" ②

---

① الدرالمختار مع ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامیؒ (۵۰۷،۵۰۸/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

② الدرالمختار مع ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامیؒ (۵۰۷،۵۰۸/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

مسئلہ ⑰ جس مطلّقہ (طلاق یافتہ) عورت کے حیض کا خون اپنی زیادہ سے زیادہ مدت میں ختم ہو، تو خون کے ختم ہوتے ہی عدت ختم ہوجائے گی، خواہ عورت نے غسل کیا ہو یا نہ کیا ہو، اس پر ایک کامل نماز کا وقت گزرا ہو یا نہ گزرا ہو۔

مسئلہ ⑱ اور اگر حیض کا خون اپنی زیادہ سے زیادہ مدت میں ختم نہ ہو، تو پھر عدت اس وقت ختم ہو گی جب عورت غسل کر لے یا اس پر ایک کامل نماز کا وقت گزر جائے۔ یاد رہے کہ حیض کے خون کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

”ولو كانت المعتدة بالحيض أيامها عشرة فوقت اغتسالها اليس من الحيض وبنفس الانقطاع في الحيضة الثالثة تبطل الرجعة ويحل لزوجها أن يقربها إن لم يكن طلقها ويجوز لها أن تتزوج بآخر إن كان قد طلقها ، وإن كانت أيامها أقل من عشرة فما لم تغتسل أو يمض عليها وقت صلاة كامل لا تبطل الرجعة ولا يجوز لها أن تتزوج بآخر“ ①

دوسری قسم (تین مہینے) کے مسائل

مسئلہ ① جس عورت کو حیض کا خون نہ آتا ہو، خواہ اس وجہ سے کہ وہ نابالغ ہے یا اس وجہ سے کہ وہ عمر رسیدہ ہے اگر اسے طلاق ہوجائے، تو اسکی عدت تین مہینے ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۲۸۵)

مسئلہ ② تین ماہ گزرنے سے پہلے پہلے اگر حیض (MENSIS) کا خون آ گیا، تو پھر عدت تین حیض میں تبدیل ہوجائے گی، مہینوں کا حساب ختم ہوجائے گا۔

(بہشتی زیور، ص ۲۸۵)

مسئلہ ③ اور ان تین مہینوں کا حساب اس طرح ہو گا کہ طلاق اگر چاند کی پہلی تاریخ کو ہوئی ہو، تو مہینوں کا حساب چاند کے اعتبار سے ہو گا، خواہ چاند انتیس (29)

---

① الفتاوى الهندية (۵۲۸/۱) (رشیدیہ کوئٹہ)

کاہو یا تیس (30) کا،اور اگر طلاق چاند کی پہلی تاریخ کو نہ ہوئی ہو تو پھر ان مہینوں کا حساب دنوں کے اعتبار سے ہوگا، ہر مہینہ پورے تیس (30) دن کا لگا کر کل نوے (90) دن عدت میں گزارنے ہوں گے۔

(فتاوی رحیمیہ ۴۴۱/۸)

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ لا وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ط وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ①

اور علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

’’(وأما الثاني)... فجملة الكلام فيه أن سبب وجوب هذه العدة من الوفاة والطلاق، ونحو ذلك إذا اتفق في غرة الشهر اعتبرت الأشهر بالأهلة... وإن كانت الفرقة في بعض الشهر اختلفوا فيه، قال أبو حنيفة يعتبر بالأيام فتعتد من الطلاق، وأخواته تسعين يوما، ومن الوفاة مائة، وثلاثين يوما‘‘ ②

مسئلہ ④ ایسی عورت جسے حیض بالکل نہ آتا ہو، اس کو طلاق چاند کی پہلی تاریخ کو عصر کے وقت ملی ہو، تو بھی عدت میں مہینوں کا حساب چاند کے اعتبار سے ہوگا، ایام کے اعتبار سے نہیں ہوگا، اور اگر چاند کی دوسری تاریخ کو طلاق ملی ہو تو پھر عدت کا حساب دنوں کے لحاظ سے ہوگا، پورے نوے دن عدت میں گزارنے ہوں گے۔

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

---

① سورة الطلاق(رقم الآيه(٤)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(٢/ ٣١٨،٣٠٩)(رشیدیه کوئٹه)

”لو طلق امرأته وقت العصر من أول يوم من الشهر وهي ممن تعتد بالأشهر تعتبر عدتها بالأهلة ومضى بعض اليوم لا يوجب تكملة بالأيام بخلاف اليوم الثاني والثالث كذا في الفتاوى الصغرى“ ①

مسئلہ ⑤ اگر تین ماہ گزرنے سے پہلے عورت کو حمل (بچہ) ہو گیا تو پھر عدت وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت) میں تبدیل ہو جائے گی، مہینوں کا حساب ختم ہو جائے گا۔ (خواتین کے مسائل اور ان کا حل ۱/۲۴۶)

چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

”ولو حملت المعتدة في عدتها ذكر الكرخي أن من حملت في عدتها فالعدة أن تضع حملها ولم يفصل بين المعتدة عن طلاق أو وفاة وقد فصل محمد بينهما فإنه قال فيمن مات عن امرأته وهو صغير أو كبير ثم حملت بعد موته فعدتها الشهور ، فهذا نص على أن عدة المتوفى عنها زوجها لا تنتقل بوجود الحمل من الأشهر إلى وضع الحمل...والصحيح ما ذكره محمد أن عدة المتوفى عنها زوجها لا تتغير بوجود الحمل بعد الوفاة ولا تنتقل من الأشهر إلى وضع الحمل بخلاف عدة الطلاق“ ②

تیسری قسم (وضعِ حمل) کے مسائل

مسئلہ ① جو عورت طلاق یا خاوند کے انتقال کے وقت حمل (بچہ) سے ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت) ہے۔

مسئلہ ② لہٰذا اگر طلاق یا خاوند کے انتقال کے فوراً بعد یہاں تک کہ اگر خاوند کی میت ابھی تک گھر میں چارپائی پر رکھی ہوئی ہو اور بچہ پیدا ہو جائے، تو عورت کی

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعود الکاسانی (۲/ ۳۱۸، ۳۰۹) (رشیدیہ کوئٹہ)

② الفتاوی الھندیہ (۱/۵۲۷) (رشیدیہ کوئٹہ)

عدت ختم ہو جائے گی، اس کے بعد نہ تو عورت پر عدت لازم ہے اور نہ ہی سوگ۔ (بہشتی زیور ص ۲۸۵)

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ لا وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ط وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ①

اور بدائع الصنائع میں ہے:

”وأما عدة الحبل فمقدارها بقية مدة الحمل قلت أو كثرت حتى لو ولدت بعد وجوب العدة بيوم أو أقل أو أكثر انقضت به العدة، وذكر في الأصل أنها لو ولدت والميت على سريره انقضت به العدة على ما جاءت به السنة هكذا ذكر“ ②

مسئلہ ③ جو عورت طلاق یا خاوند کے انتقال کے وقت حمل (پیٹ) سے ہو، تو اگر اس کا حمل گر جائے یا وہ خود اپنا حمل گروادے، تو اگر اس گرے ہوئے حمل (بچہ) کے ہاتھ پاؤں وغیرہ میں سے کوئی انسانی عضو بنا ہوا ہو تو اس حمل کے بعد عورت کی عدت ختم ہو جائے گی اور اگر وہ حمل محض خون کا لوتھڑا ہو، انسانی اعضاء میں سے کوئی عضو بنا ہوا نہ ہو، تو پھر عدت ختم نہیں ہو گی، بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ یہ عورت حمل سے نہیں تھی، لہٰذا حمل کے ضائع ہونے کے بعد عدتِ طلاق کی صورت میں تین حیض اور عدتِ وفات کی صورت میں چار ماہ دس دن عدت کے گزارنا ضروری ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۸/۴۰۴)

یاد رہے کہ حمل پر اگر چار مہینے گزر چکے ہوں تو اس کا اسقاط (گرانا) جائز نہیں،

---

① سورة الطلاق(رقم الآیہ(٤)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(٣/ ٣١٠)(رشیدیہ کوئٹہ)

اور اگر چار مہینے نہ گزرے ہوں تو بھی سخت مجبوری کے بغیر حمل کا اسقاط (گرانا) جائز نہیں، اور اگر حمل کو ضائع کرانے کی سخت ضرورت ہو تو اس ضرورت کی پوری تفصیل کسی مستند مفتی صاحب کو بتلا کر ان سے مسئلہ پوچھ لیا جائے، خود کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ (احسن الفتاوی ٥/٤٣٣)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"وذكر في الأصل أنها لو ولدت والميت على سريره انقضت به العدة على ما جاءت به السنة هكذا ذكر .... وشرط انقضاء هذه العدة أن يكون ما وضعت قد استبان خلقه أو بعض خلقه فإن لم يستبن رأسا بأن أسقطت علقة أو مضغة لم تنقض العدة ؛ لأنه إذا استبان خلقه أو بعض خلقه فهو ولد فقد وجد وضع الحمل فتنقضي به العدة ، وإذا لم يستبن لم يعلم كونه ولدا بل يحتمل أن يكون ، ويحتمل أن لا يكون فيقع الشك في وضع الحمل ، فلا تنقضي العدة بالشك" ①

مسئلہ ④ عدت گزارنے والی عورت سے، اگر عدت ختم ہونے سے پہلے (معاذ اللہ) بدکاری ہوجائے، جس کی وجہ سے اس کے پیٹ میں حمل ٹھہر جائے، تو اگر وہ طلاق کی عدت گزار رہی ہو، تو اس کی عدت وضعِ حمل (بچہ کے پیدائش کی مدت تک) میں تبدیل ہوجائے گی، لہٰذا اس صورت میں نہ تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے نکاح جائز ہوگا اور نہ ہی ممنوعاتِ عدت میں سے کسی ممنوع کام کا کرنا جائز ہوگا۔ اور اگر وہ وفات کی عدت گزار رہی ہو تو پھر اس کی عدت وضعِ حمل (بچہ کے پیدائش کی مدت تک) میں تبدیل نہیں ہوگی، بلکہ عدت وہی چار مہینے دس دن رہے گی۔ (خواتین کے مسائل اور ان کا حل ١/٢٤٦)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(٣/ ٣١٠) (رشیدیه کوئٹه)

''ولو حملت المعتدة في عدتها ذكر الكرخي أن من حملت في عدتها فالعدة أن تضع حملها ولم يفصل بين المعتدة عن طلاق أو وفاة وقد فصل محمد بينهما فإنه قال فيمن مات عن امرأته وهو صغير أو كبير ثم حملت بعد موته فعدتها الشهور ..... والصحيح ما ذكره محمد أن عدة المتوفى عنها زوجها لا تتغير بوجود الحمل بعد الوفاة ولا تنتقل من الأشهر إلى وضع الحمل بخلاف عدة الطلاق'' ①

مسئلہ ⑤ حمل کے پیٹ میں رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت شرعاً دو سال ہے، دو سال سے زیادہ عورت کے پیٹ میں رہنے والا حمل شرعاً حمل نہیں، گو دو سال سے زیادہ عرصہ تک حمل کا پیٹ میں رہنا ممکن ہے، لہٰذا جو عورت طلاق یا خاوند کے انتقال کے وقت بظاہر حاملہ ہو مگر طلاق یا شوہر کے انتقال کے دو سال کے عرصہ تک بچہ پیدا نہ ہو، تو وہ شرعاً حاملہ نہیں، اس کی عدتِ وفات چار مہینے دس دن ہے، جو کہ گزر چکے ہیں، اور اس کی عدتِ طلاق تین حیض یا تین مہینے ہو گی۔ (احکام میت ۱۱۸)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

''فصل في ثبوت النسب (أكثر مدة الحمل سنتان) لخبر عائشة رضي الله عنها كما مر في الرضاع، وعند الأئمة الثلاثة أربع سنين (وأقلها ستة أشهر) إجماعا (فيثبت نسب) ولد (معتدة الرجعي) ولو بالأشهر لإياسها بدائع، وفاسد النكاح في ذلك كصحيحه قهستاني'' ②

مسئلہ ⑥ جس معتدہ (عدت گزارنے والی) عورت کے پیٹ میں دو بچے ہوں، تو جب تک دوسرا بچہ پیدا نہیں ہو گا، تب تک اس کی عدت ختم نہیں ہو گی۔

(احکام میت ۱۱۸)

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۲/ ۳۱۸) (رشیدیہ کوئٹہ)

② الدرالمختارلعلاءالدین الحصکفیؒ (۵۴۰/۳)(ایچ ،ایم ،سعید)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''قوله (لأن الحمل الخ) ......فلو ولدت وفي بطنها آخر تنقضي العدة بالآخر وإذا أسقطت سقطا إن استبان بعض خلقه انقضت به العدة لأنه ولد وإلا فلا'' ①

مسئلہ ⑦ جو معتدہ (عدت گزارنے والی) عورت حمل سے ہو، اگر اس کا حمل پیٹ میں خشک ہوجائے تو چونکہ خشک حمل حقیقۃً حمل نہیں ہے، اس لیے وہ عورت شرعاً حاملہ نہیں، لہٰذا طلاق کی صورت میں اس کی عدت تین مکمل حیض یا پورے تین مہینے ہے، اور عدتِ وفات چار مہینے اور دس دن ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیو بند (۱۰/۳۲۲)

مسئلہ ⑧ جو معتدہ (عدت گزارنے والی) عورت حمل سے ہو، اگر اس کا حمل پیٹ میں مرجائے تو اگر وہ حمل چار مہینے یا اس سے زائد مدت کا ہو تو آپریشن کے بعد عدت ختم ہوجائے گی، اور اگر اس سے کم مدت کا ہو تو پھر عدت ختم نہیں ہو گی، بلکہ آپریشن کے بعد عدتِ طلاق کی صورت میں تین حیض اور عدتِ وفات کی صورت میں چار مہینے دس دن گزارنا ضروری ہونگے۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۳۲)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

''(وسقط)....(ظهر بعض خلقه كيد أو رجل) أو أصبع أو ظفر أو شعر ولا يستبين خلقه إلا بعد مائة وعشرين يوما (ولد) حكما (فتصير) المرأة (به نفساء والأمة أم ولد ويحنث به) في تعليقه وتنقضي به العدة فإن لم يظهر له شيء'' ②

اور اس کی تشریح میں علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''مطلب في أحوال السقط وأحكامه (قوله أي مسقوط) الذي في البحر التعبير بالساقط وهو الحق لفظا ومعنى ؛ أما لفظا فلأن سقط لازم لا يبنى منه اسم المفعول، وأما معنى فلأن المقصود

① ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی (۳/۵۱۲) (ایچ ،ایم ،سعید)

② الدر المختار لعلاء الدین الحصکفیؒ (۱/۳۰۲) (ایچ ،ایم ،سعید)

سقوط الولد سواء سقط بنفسه أو أسقطه غيره ح (قوله ولا يستبين خلقه إلخ) قال في البحر : المراد نفخ الروح وإلا فالمشاهد ظهور خلقه قبلها اهوكون المراد به ما ذكر ممنوع .وقد وجهه في البدائع وغيرها بأنه يكون أربعين يومانطفةوأربعين علقةوأربعين مضغة'' ①

عدتِ طلاق میں یا اس کے بعد خاوند کا انتقال ہو جائے تو کیا عدت میں تبدیلی ہو گی؟

مسئلہ ⑨ طلاق کے بعد اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت پر دوسری عدت کب لازم ہو گی؟ وہ اپنے خاوند کے ترکہ میں سے شرعاً حصہ دار کب بنے گی؟ اس میں کچھ تفصیل ہے، جس کو درجِ ذیل کئی صورتوں میں بیان کیا جاتا ہے:

صورت ① : جس عورت کو شوہر نے کسی بھی قسم کی طلاقِ (بائن یا رجعی) دی ہو یا خلع ہوا ہو کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ گیا ہو، اور پھر عدت ختم ہونے کے بعد اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے، تو شوہر کے انتقال کی وجہ سے عورت پر دوسری عدت لازم نہیں ہو گی، اور وہ عورت اس (خاوند) کی وارث بھی نہیں ہو گی، یعنی اس کو خاوند کے ترکہ میں سے شرعاً کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

صورت ② : اگر عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس میں درجِ ذیل تفصیل ہے:

☆ اگر خاوند نے طلاقِ رجعی دی تھی، خواہ تندرستی کی حالت میں یا اپنی بیماری کی حالت میں، تو وہ عورت از سرِ نو عدتِ وفات گزارے گی اور عدتِ طلاق کو چھوڑ دے گی، اور وہ اپنے خاوند کی وارث بھی بنے گی، یعنی اس کو خاوند کے ترکہ میں سے شرعاً حصہ ملے گا۔

---

① ردالمحتارالمعروف بفتاوى الشامى(۳۰۲/۱) (ایچ ،ایم ،سعید)

اور عدتِ وفات یہ ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچہ ہونے کی صورت میں وضعِ حمل یعنی بچہ کے پیدائش تک کی مدت ہے، اور حمل نہ ہونے کی صورت میں چار مہینے دس دن ہے۔ (احکامِ میت بتصرف ۱۱۸)

یاد رہے کہ طلاقِ رجعی اس طلاق کو کہا جاتا ہے، جس میں طلاق کے فوراً بعد نکاح ختم نہ ہو، بلکہ عدت کے گزرنے کے بعد ختم ہو جیسا کہ کوئی اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو ایک طلاق دی ہے۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”ومن هذا القبيل إذا طلق امرأته ثم مات فإن كان الطلاق رجعيا انتقلت عدتها إلى عدة الوفاة سواء طلقها في حالة المرض أو الصحة وانهدمت عدة الطلاق، وعليها أن تستأنف عدة الوفاة في قولهم جميعا؛ لأنها زوجته بعد الطلاق إذ الطلاق الرجعي لا يوجب زوال الزوجية، وموت الزوج يوجب على زوجته عدة الوفاة... كما لو مات قبل الطلاق“ ①

صورت③: اور اگر خاوند نے طلاقِ بائن دی تھی اور طلاق کے وقت خاوند تندرست تھا، خواہ طلاق عورت کی مرضی سے دی ہو یا اس کی مرضی کے بغیر، پھر عدتِ طلاق ختم ہونے سے پہلے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا، تو اب وہ عورت عدتِ طلاق کی جتنی مدت باقی رہ گئی ہو، وہ پوری کرے گی، عدتِ وفات نہیں گزارے گی، اور وہ اپنے خاوند کی وارث بھی نہیں بنے گی، یعنی اس کو خاوند کے ترکہ میں سے شرعاً حصہ نہیں ملے گا۔ یاد رہے کہ طلاقِ بائن اس طلاق کو کہا جاتا ہے جس سے نکاح فوراً ٹوٹ جائے۔

صورت④: اور اگر طلاقِ بائن کے وقت خاوند بیمار تھا اور طلاق عورت کی رضامندی سے دی تھی تو بھی وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا کہ عورت صرف

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعود الکاسانی (۳/ ۳۱۷) (رشیدیہ کوئٹہ)

عدتِ طلاق ہی جتنی رہ گئی ہو، وہ پوری کرے گی، عدتِ وفات نہیں گزارے گی اور وہ اپنے خاوند کی وارث بھی نہیں بنے گی۔

صورت⑤: اور اگر خاوند نے طلاقِ بائن اپنی بیماری کی حالت میں عورت کی رضامندی کے بغیر دی تھی تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ طلاق کی عدت گزارنے میں زیادہ دن لگیں گے یا موت کی عدت گزارنے میں؟ جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے، عورت وہ عدت پوری کرے گی، اور اپنے خاوند کی وارث بھی بنے گی۔ (احکامِ میت بتصرف ۱۱۹)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''وإن كان بائنا أو ثلاثا فإن لم ترث بأن طلقها في حالة الصحة لا تنتقل عدتها؛ ......وإن ورثت بأن طلقها في حالة المرض ثم مات قبل أن تنقضي العدة فورثت اعتدت بأربعة أشهر وعشر، فيها ثلاث حيض، حتى أنها لو لم تر في مدة الأربعة أشهر، والعشر ثلاث حيض تستكمل بعد ذلك، وهذا قول أبي حنيفة، ومحمد، وكذلك كل معتدة، ورثت كذا ذكر الكرخي'' ①

پانچواں باب

عدتِ موت کے مسائل

عدتِ وفات کی دو قسمیں ہیں:

① چار مہینے دس دن ② وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت)

تفصیل اس میں یہ ہے کہ جس عورت کے خاوند کا انتقال ہو جائے اور وہ حمل (بچہ) سے نہ ہو، تو اسکی عدت چار مہینے دس دن ہے، اور اگر وہ حمل (بچہ) سے ہو، تو اس کی عدت وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت) ہے۔

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۱۷) (رشیدیه کوئٹه)



پہلی قسم (چار مہینے دس دن) کے مسائل

مسئلہ ① جس عورت کے خاوند کا انتقال ہوجائے اور وہ حمل (پیٹ) سے نہ ہو، تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے، خواہ اسے شوہر کے ساتھ رہنے کا موقع ملا ہو یا نہیں، رخصتی ہوئی ہو یا نہیں، اسے ماہواری (MENSIS) کا خون آتا ہو یا نہیں، بوڑھی ہو یا جوان، بالغہ ہو یا نابالغ، سب کا یہی حکم ہے۔
(بہشتی زیور ص ۲۸۶)

مسئلہ ② ان چار مہینے اور دس دن کا حساب اس طرح ہوگا کہ اگر خاوند کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہے، تو مہینوں کا حساب چاند کے اعتبار سے ہوگا، خواہ چاند انتیس (29) کا ہو یا تیس (30) کا، اور اگر خاوند کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو نہیں ہوا، تو پھر ان مہینوں کا حساب دنوں کے اعتبار سے ہوگا، ہر مہینہ پورے تیس (30) دن کا لگا کر کل ایک سو تیس (130) دن عدت میں گزارنے ہونگے۔ اور جس وقت شوہر کا انتقال ہوا وہ وقت آتے ہی عدت کے چار ماہ دس دن گذر جائیں گے۔ (بہشتی زیور ص ۲۸۶)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”(وأما الثاني) ..فجملة الكلام فيه أن سبب وجوب هذه العدة من الوفاة ، والطلاق ، ونحو ذلك إذا اتفق في غرة الشهر اعتبرت الأشهر بالأهلة ، وإن نقصت عن العدد في قول أصحابنا جميعا ..... وإن كانت الفرقة في بعض الشهر اختلفوا فيه ، قال أبو حنيفة يعتبر بالأيام فتعتد من الطلاق وأخواته تسعين يوما ، ومن الوفاة مائة ، وثلاثين يوما“ ①

مسئلہ ③ جس عورت کو اس کے خاوند کے انتقال کی خبر کئی دنوں کے بعد ملی ہو اور تاریخِ وفات میں شک ہو، تو جس تاریخ میں شوہر کی وفات کا یقین ہو، عدت

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی (۳/ ۳۰۹) (رشیدیہ کوئٹہ)

کاحساب اسی تاریخ سے کیا جائے،مثال کے طور پر ایک احتمال یہ ہو کہ خاوند کی وفات دو رجب کو ہوئی ہے،اور ایک احتمال یہ ہے کہ وفات دو شعبان کو ہوئی ہے تو احتیاطاً عدت کا حساب دو شعبان سے کیا جائے۔(احکامِ میت ۱۱۷)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"وفيه عن كافي الحاكم لو شكت في وقت موته تعتد من وقت تستيقن به احتياطا" ①

مسئلہ ④ عدتِ وفات کا وقت شوہر کے انتقال کے فوراً بعد شروع ہوجاتا ہے،خواہ عورت کو خاوند کی وفات کا علم ہو یا نہ ہو،لہٰذا اگر کسی عورت کو شوہر کے انتقال کی خبر چار مہینے دس دن کے بعد ملی ہو،اور وہ حمل سے بھی نہ ہو تو اس کی عدتِ وفات گزر گئی ہے،انتقال کی خبر کے وقت از سرِ نو عدت نہیں گزاری جائے گی۔
(بہشتی زیور ۲۸۷)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"(ومبدأ العدة بعد الطلاق و) بعد (الموت) على الفور (وتنقضي العدة وإن جهلت المرأة (بهما) أي بالطلاق والموت لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضيه سواء اعترف بالطلاق أو أنكر" ②

مسئلہ ⑤ جس عورت کا خاوند گم ہوجائے،ہر طرح کے وسائل،ذرائع ابلاغ وغیرہ کے استعمال کے باوجود اس کا کہیں نام ونشان نہ ملے،اور نہ ہی کوئی اس کا پتہ بتائے،تو ایسے شخص کی بیوی اس کے نکاح سے کس طرح نکلے گی؟اس کی مکمل تفصیل اور اس کا صحیح طریقہ تو کسی مستند اور بااعتماد مفتی صاحب کو پوری صورتِ حال لکھ کر یا زبانی بتلا کر معلوم کرلیا جائے،یہاں صرف یہ بتلایا جارہا ہے کہ جب مسلمان قاضی یا اس کے نہ ہونے کی صورت میں

---

۱ الدرالمختار لعلاء الدين الحصكفيؒ (۵۲۹/۳، ۵۲۰) (ایچ ،ایم ،سعید)

۲ الدرالمختار لعلاء الدين الحصكفيؒ (۵۲۹/۳، ۵۲۰) (ایچ ،ایم ،سعید)

مسلمانوں کی جماعت جس میں کم از کم ایک عالم بھی ہو، پوری کاروائی کے بعد اس کے شوہر کے بارے میں شرعاً اس کی موت کا فیصلہ کر دے، تو اس فیصلہ کے بعد اس کی بیوی عدتِ وفات گزارے گی۔

دوسری قسم (وضعِ حمل) کے مسائل

اس کے مسائل وہی ہیں جو عدتِ طلاق کی تیسری قسم (وضعِ حمل) کے ہیں، وہاں دیکھ لیے جائیں۔

عورت عدت کہاں گزارے؟

جس گھر میں عورت کو طلاق ملی ہے یا اس کے خاوند نے وفات پائی ہے، اس گھر میں عدت گزارنا ضروری ہے، خواہ وہ گھر خاوند کا ذاتی ہو یا کرایہ پر لیا ہوا ہو، اس گھر سے بلا ضرورت نکلنا صحیح نہیں، اور اگر عورت اپنے والدین یا کسی اور کے گھر کسی کام وغیرہ کی غرض سے گئی ہوئی ہو اور اسے طلاق ہو جائے یا اس کے خاوند کا انتقال ہو جائے تو واپس آکر اپنے شوہر کے گھر عدت گزارنا ضروری ہے۔

اور اگر کسی کی دو یا تین بیویاں ہوں اور ہر ایک کو اس نے الگ گھر دے رکھا ہو اور پھر وہ کسی ایک بیوی کے گھر میں انتقال کر جائے یا وہ سب کو طلاق دیدے، تو ان سب عورتوں کا اپنے اپنے گھر عدت گزارنا ضروری ہے۔

(کفایت المفتی ۸/۵۹۶)(فتاوی حقانیہ ۴/۵۴۵)

کیا عورت دوسرے گھر عدت گزار سکتی ہیں؟

جی ہاں! درجِ ذیل اعذار میں سے کسی ایک عذر کے پائے جانے کی صورت میں عورت کیلئے دوسرے گھر عدت گزارنا جائز ہے، اور جس مکان میں جا کر وہ عدت گزارے گی، اس مکان سے بلا ضرورت نکلنا اس کیلئے جائز نہیں۔ (احکامِ میت ۱۲۵)

① جس مکان میں عدت گزار رہی ہے، اس کے منہدم ہونے کا خطرہ ہو۔



② یا مکان میں عورت کو اپنے اسباب و متاع یا جان کے نقصان کا قوی اندیشہ ہو۔
③ یا رہائشی مکان کرایہ کا ہو اور عورت کرایہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔
④ یا مکان ترکہ بن کر تقسیم ہو رہا ہو اور عورت کے حصہ میں آنے والا حصہ رہائش کے لیے ناکافی ہو۔
⑤ یا عورت کو اس مکان میں سخت وحشت محسوس ہوتی ہو اور ساتھ کوئی قابلِ اعتماد محرم بھی نہ ہو۔
⑥ یا اپنے دیوروں وغیرہ سے عصمت دری کا خوف ہو اور بچاؤ کا سامان بھی نہ ہو۔
⑦ اپنے خاوند سے خوف ہو کہ وہ طلاقِ بائن یا تین طلاقوں کی عدت میں صحبت (ہمبستری) کا مرتکب ہو گا اور اس سے حفاظت کا کوئی سبب بھی نہ ہو۔
⑧ یا مکان آسیب زدہ ہو اور عورت کو اس کے برداشت کی طاقت نہ ہو۔
⑨ یا عورت ایسے علاقہ میں رہ رہی ہو جہاں کے حالات خراب رہتے ہوں اور اسے اپنی یا اپنے بچوں کی جان کا قوی اندیشہ ہو۔

یاد رہے کہ اگر عورت اور ساس میں ناچاقی ہو، جس کی وجہ سے ساتھ رہنا مشکل ہو تو صرف اس وجہ سے عدت کیلئے دوسرے گھر میں منتقل ہونا جائز نہیں، ناچاقی سے اگرچہ تکلیف تو ضرور ہوتی ہے، لیکن یہ ایسی تکلیف نہیں جسے عدت میں برداشت نہ کیا جاسکے۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۴۶)

چنانچہ علامہ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں:

”(وعلى المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت..والبيت المضاف إليها هو البيت الذي تسكنه ولهذا لو زارت أهلها وطلقها زوجها كان عليها أن تعود إلى منزلها فتعتد فيه وإن كان نصيبها من دار الميت لا يكفيها فأخرجها الورثة من نصيبهم قوله وصار كما إذا خافت على متاعها اللصوص إلخ أي فإنها تخرج لأنه عذر .وإذا خرجت إلى منزل للعذر صار الثاني الأول فلا

تخرج منه إلا ...حتى أن أجرة المنزل إن كان بأجر عليها وعليها أن تسكن فيه إلا أن لا تجد الكراء وتجد ما هو بلا كراء فلها أن تتحول إليه، وكذا في الزوج'' ①

رخصتی سے پہلے شوہر کا انتقال ہوجائے تو عورت عدت کہاں گزارے؟

جس عورت کا صرف نکاح ہوا ہو، رخصتی نہ ہوئی ہو، اگر رخصتی سے پہلے اس کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو وہ عدتِ وفات اپنے والدین کے گھر گزارے گی۔
(احسن الفتاوی ۵/۴۴۹)

جھگڑ کر کے والدین کے گھر بیٹھی عورت کے خاوند کا انتقال ہوجائے تو وہ عدت کہاں گزارے؟

جو عورت خاوند سے جھگڑے کی وجہ سے اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہو اور اسی اثناء میں اس کا خاوند اس کو طلاق دیدے، تو اگر عورت کا ارادہ یہ ہو کہ جب شوہر سے صلح ہوجائے گی اور حالات صحیح ہوجائیں گے، تب وہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے گی، شوہر کو بالکل چھوڑنے کا ارادہ نہ ہو، تو پھر اسے اپنے شوہر کے گھر عدت گزارنا لازم ہے، اور اگر اس کا ارادہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کا بالکل نہ ہو، تو پھر وہ اپنے والدین کے گھر عدت گزارے۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۴۹)

چنانچہ علامہ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں:

''والبيت المضاف إليها هو البيت الذي تسكنه، ولهذا لو زارت أهلها وطلقها زوجها كان عليها أن تعود إلى منزلها فتعتد فيه'' ②

---

① فتح القدير لابن الهمامؒ (٣١٠/٤، ٣١١) (رشیدیہ کوئٹہ)

② فتح القدير لابن الهمامؒ (٣١٠/٤) (رشیدیہ کوئٹہ)

شوہر کے انتقال کے وقت عورت سفر میں ہو تو عدت کہاں گزارے؟

شوہر کے انتقال کے وقت عورت اگر سفر میں ہو، خواہ اس کے ساتھ شوہر ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں وہ عدت کہاں گزارے گی؟ اس مسئلہ کی کئی صورتیں ہیں، ہر صورت کا حکم دوسری صورت سے جدا ہے، ذیل میں ہر ایک صورت اور اس کا حکم ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے، تاکہ استفادہ میں آسانی ہو۔

① پہلی صورت یہ ہے کہ جس وقت عورت کے شوہر کا انتقال ہوا ہے، یا جس وقت اسے اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے، اس وقت اگر وہ کہیں راستہ میں ہو، خواہ کسی شہر یا بستی میں ہو یا غیر آباد جگہ میں، تو پھر دیکھا جائے کہ یہاں سے اس کی اپنی بستی اور شہر کتنے فاصلے پر ہے؟ اگر اس کی اپنی بستی کا فاصلہ مسافتِ سفر سے کم ہے، تو پھر اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی بستی اور شہر میں واپس آجائے، آگے سفر نہ کرے، خواہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو، اور خواہ وہ بستی اور شہر جہاں جانے کے لیے سفر کیا تھا، مسافتِ سفر پر ہو یا اس سے کم مسافت پر۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مسافتِ سفر سے مراد اتنی مسافت ہے جس سے انسان شرعاً مسافر سمجھا جاتا ہے اور نماز قصر کی جاتی ہے، میدانی علاقوں میں یہ مسافت اڑتالیس (48) میل انگریزی کی ہے جو تقریباً 77 کلو میٹر بنتے ہیں۔ (احکامِ میت ۱۲۵)

② اور اگر عورت جہاں پہنچی ہو، وہاں سے اس کی اپنی بستی اور شہر تو مسافتِ سفر پر ہو، مگر جس بستی یا شہر میں جانے کے لیے سفر کر رہی تھی، وہ اس سے کم مسافت پر ہو، تو اس صورت میں وہ سفر جاری رکھے، اور جس بستی یا شہر میں جانے کے لیے سفر کیا تھا، وہاں پہنچ کر عدت پوری کرے، خواہ اس کے ساتھ محرم ہو یا محرم نہ ہو۔ (احکامِ میت ۱۲۵)

③ اور اگر عورت جہاں پہنچی ہو، وہاں سے دونوں بستیاں یعنی اپنی بستی اور وہ بستی وشہر جس کے لیے سفر کر رہی ہے، مسافتِ سفر پر ہوں، تو پھر دیکھا جائے کہ عورت جس جگہ موجود ہے، وہ جگہ کیسی ہے؟ وہاں رہائش ہے یا نہیں؟ اگر وہ جگہ ایسی ہو کہ وہاں رہائش نہ ہو سکتی ہو مثلاً جنگل اور غیر آباد جگہ ہو، تو پھر عورت کو اختیار ہے، چاہے تو اپنی بستی اور شہر میں واپس آجائے یا جس شہر یا بستی کی جانب سفر کر رہی ہے، وہیں پہنچ کر عدت پوری کرے، لیکن اپنی بستی میں واپس آجانا زیادہ بہتر ہے، خواہ محرم ساتھ ہو یا نہ ہو۔

یاد رہے کہ عورت کی اپنی بستی یا جس شہر یا بستی کی جانب سفر کر رہی ہے، اس کے راستے میں اگر کوئی ایسی بستی یا شہر آتا ہو جہاں عورت اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے ساتھ قیام کر سکتی ہو، یا شوہر کے انتقال کے وقت ہی ایسی بستی میں ہو جہاں عورت اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے ساتھ قیام کر سکتی ہو، تو اس صورت میں وہ شرعاً عدت کہاں گزارے گی؟ اس میں ائمہ احنافؒ کا اختلاف ہے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ عورت اسی بستی میں عدت گزارے، خواہ محرم ساتھ ہو یا نہ ہو۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد نور اللہ مرقدھما کا مذہب یہ ہے کہ اگر محرم ساتھ ہو تب تو یہی حکم ہے کہ اسی بستی میں عدت پوری کرے، اور اگر محرم نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے، چاہے اسی بستی میں عدت پوری کرے یا اپنی بستی وشہر واپس آکر عدت گزارے۔ (احکامِ میت ۱۲۶)

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"(وإذا خرجت المرأة مع زوجها إلى مكة فطلقها ثلاثا أو مات عنها في غير مصر، فإن كان بينها وبين مصرها أقل من ثلاثة أيام رجعت إلى مصرها ..(وإن كانت مسيرة ثلاثة أيام إن شاءت رجعت وإن شاءت مضت سواء كان معها ولي أو لم يكن) معناه إذا كان إلى

المقصد ثلاثة أيام أيضا لأن المكث في ذلك المكان أخوف عليها من الخروج ، إلا أن الرجوع أولى ليكون الاعتداد في منزل الزوج .قال (إلا أن يكون طلقها أو مات عنها زوجها في مصر فإنها لا تخرج حتى تعتد ثم تخرج إن كان لها محرم) وهذا عند أبي حنيفة (وقال أبو يوسف ومحمد : إن كان معها محرم فلا بأس بأن تخرج من المصر قبل أن تعتد) لهما أن نفس الخروج مباح دفعا لأذى الغربة ووحشة الوحدة فهذا عذر ،وإنما الحرمة للسفر وقد ارتفعت بالمحرم .وله أن العدة أمنع من الخروج من عدم المحرم ، فإن للمرأة أن تخرج إلى ما دون السفر بغير محرم وليس للمعتدة ذلك ، فلما حرم عليها الخروج إلى السفر بغير المحرم ففي العدة أولى" ①

چھٹا باب

دورانِ عدت کن کاموں کی اجازت ہے ؟

① عدت کے زمانہ میں عورت کا غسل کرنا، سر دھونا، بدن اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھنا درست ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۶۹۲)

② اور اسی طرح بوقتِ ضرورت سر میں بغیر خوشبو والا تیل ڈالنا، موٹے دندانوں والی کنگھی سے کنگھی کرنا بھی جائز ہے، مثلاً سر میں جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہو یا سر میں درد ہو، البتہ اگر کسی عورت کی سر میں تیل ڈالنے کی عادت ہو اور تیل نہ ڈالنے کی صورت میں اس کے سر میں درد ہو جاتا ہو، تو اس کیلئے سر میں ایسا تیل ڈالنا جائز ہے، جس میں خوشبو ملی ہوئی نہ ہو، اگر چہ ابھی سر میں درد شروع نہ ہوا ہو۔

(احکامِ میت ۱۲۱)

---

① (الهدايه ٢/ ٢٣٤ (رحمانيه)

(۳) اور اگر معتدہ (عدت گزارنے والی عورت) کی آنکھوں میں تکلیف ہو، جس کی وجہ سے آنکھوں میں سرمہ لگانے کی ضرورت ہو یا اس کی سرمہ لگانے کی ایسی عادت ہو کہ سرمہ نہ لگانے کی صورت میں اس کی آنکھوں کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو، تو وہ عدت کے زمانہ میں رات کے وقت سرمہ لگالیا کرے اور صبح کے وقت آنکھیں صاف کرلیا کرے۔ (احکامِ میت ۱۲۱)

(۴) اور اسی طرح اگر معتدہ (عدت گزارنے والی عورت) کو عدت کے زمانہ میں ضرورت مثلاً اس کے بدن میں خارش ہوجائے تو بطورِ علاج کے ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے، زینت کی غرض سے پہننا جائز نہیں۔ (احکامِ میت ۱۲۱)

(۵) معتدہ (عدت گزارنے والی عورت) کے پاس سارے کپڑے ایسے ہوں جن سے زینت ہوتی ہے، معمولی کپڑے نہ ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ معمولی کپڑے کہیں سے منگوا کے عدت کے ایام میں پہنے، اگرچہ اسے اس مقصد کے لئے اپنے نئے کپڑے فروخت کرنے پڑجائیں، اور جب تک ایسے کپڑوں کا انتظام نہ ہو تب تک وہی زینت والے کپڑے عدت کے ایام میں زینت کی نیت کے بغیر پہنتی رہے۔ (احکامِ میت ۱۲۰)

(۶) اور اگر معتدہ (عدت گزارنے والی عورت) بیمار ہوجائے یا اس کے بچے بیمار ہوجائیں تو وہ ہسپتال جا کر ڈاکٹر کو دکھا بھی سکتی ہے، اور اگر بیماری کی وجہ سے ہسپتال میں رہنا پڑجائے، تو اس کی بھی اجازت ہے، اور اگر علاج یا تشخیص (ٹیسٹ) کیلئے کسی دوسرے شہر جانے کی ضرورت ہو تو اس کی بھی اجازت ہے، البتہ اگر وہ شہر مسافتِ سفر پر ہو تو محرم کا ساتھ ہونا بھی ضروری ہے، مگر حتی الامکان ڈاکٹر کو گھر بلا کر علاج کرانا بہتر ہے، اسی طرح اگر اسٹور سے ادویات لا کے دینے والا کوئی نہ ہو تو خود جا کر ادویات بھی لا سکتی ہیں۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۴۱)(احکامِ میت ۱۲۳)

(۷) عدت کے زمانہ میں عورت اپنے گھریلو کام کاج وغیرہ بھی کرسکتی ہے، عدت کی وجہ سے اپنے گھر کے کام کاج کرنا شرعاً ممنوع نہیں، بعض عورتیں عدت میں کام کاج کرنے کو معیوب سمجھتی ہیں، گھر کے کام کو ہاتھ تک نہیں لگاتیں، یہ درست نہیں۔

(۸) بعض عورتیں عدت کے زمانہ میں گھر میں کسی مخصوص جگہ یا کمرے میں بیٹھنا ضروری خیال کرتی ہیں، اور کوئی کمرہ وغیرہ خاص کر کے دن رات وہیں رہتی ہیں، سو ایسا کرنا اور ایسا سمجھنا جائز نہیں، عورت کو شرعاً اجازت ہے کہ وہ عدت کے زمانہ میں اپنے گھر (جس میں عدت گزار رہی ہے) میں جہاں چاہے رہے، نیز گھر کے اندر چلنا، پھرنا بھی جائز ہے۔ (بہشتی زیور ۲۸۶) (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۶۹۲)

(۹) خاوند کے انتقال کے بعد اگر عورت کا کوئی معاش نہ ہو اور خود اس کے پاس بھی مال وغیرہ نہ ہو، جس سے وہ اپنی عدت کے ایام کے اخراجات وغیرہ کا انتظام کر سکے، تو وہ پردے کے ساتھ، خوشبو اور زیب وزینت کیے بغیر، اپنی محنت مزدوری اور ملازمت کیلئے جا سکتی ہے، مگر رات اپنے گھر آکر گزارنا ضروری ہے، اور اسی طرح جب دن میں کام ختم ہو جائے تو فوراً اپنے گھر واپس لوٹنا ضروری ہے، وہاں بیٹھ کر عورتوں سے گپ شپ کرنا، ان کے ساتھ گھومنے کیلئے چلے جانا، اور بلا ضرورت گھر سے باہر رہنا شرعاً صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۷۰۹)

(۱۰) اور اگر اس بیوہ کی ملازمت، محنت ومزدوری ایسی ہو کہ اس میں رات کا کچھ حصہ بھی خرچ ہوتا ہو تو اس کیلئے نمبر نو (9) میں ذکر شدہ شرائط کے ساتھ اپنی ملازمت کیلئے نکلنا جائز ہے، مگر رات کا اکثر حصہ اپنے گھر ہی میں گزارنا ضروری ہے، اور اسی طرح کام کے ختم ہوتے ہی اپنے گھر لوٹنا ضروری ہے۔ (احکامِ میت ۱۲۲)

(۱۱) اگر عورت کو عدالت میں حاکم کے سامنے گواہی دینی ہو یا کسی ضروری دستاویز پر دستخط کرنے ہوں، نیز عدالت میں حاضری سے اس کا اور اس کے بچوں کا کوئی

مالی مفاد وابستہ ہو، اور قانوناً عورت کی عدالت میں حاضری ضروری ہو، تو ایسی صورت میں عورت عدت کے ایام میں عدالت جا سکتی ہے۔

(آپکے مسائل اور ان کا حل ۶/۷۰۸)

(۱۲) اگر معتدہ (عدت گزارنے والی عورت) کو عدت کے ایام میں اپنی پنشن وغیرہ کی وصولی کیلئے یا دفتری کاروائی کی غرض سے، گھر سے باہر جانا ضروری ہو تو اسے گھر سے باہر جانے کی بھی گنجائش ہے۔ (فتاوی حقانیہ ۴/۵۴۰)

(۱۳) اگر معتدہ (عدت گزارنے والی عورت) کو عدت کے ایام میں اپنا یا اپنے بچوں کا ویزہ لینے کیلئے گھر سے باہر جانا ضروری ہو اور اس کے جائے بغیر ویزہ نہ ملتا ہو، تو معتدہ ویزہ لینے کیلئے گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ (فتاوی حقانیہ ۴/۵۴۱)

(۱۴) عورت جس گھر میں عدت گزار رہی ہو، اگر وہاں اس کی صحت خراب ہوجائے اور علاج معالجہ کے باوجود اس کی صحت ٹھیک نہ ہو، تو وہ اس گھر کو چھوڑ کر کسی اور گھر میں عدت گزار سکتی ہے، مگر اس دوسرے گھر سے بلا ضرورت نکلنا اس کیلئے جائز نہیں ہوگا۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ۱۰/۳۱۲)

(۱۵) جو عورت اپنے خاوند کے ساتھ حج یا عمرہ کیلئے مکۃ المکرمہ (زادھا اللہ شرفاً) گئی ہوئی ہو اور وہاں اس کے شوہر کا انتقال ہوجائے یا راستے ہی میں اس کا انتقال ہوجائے اور وہاں سے واپس آنا قانونی مجبوریوں کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اس عورت کیلئے اکیلے آگے حج یا عمرہ کا سفر اور حج یا عمرہ کرنے کی گنجائش ہے۔

(نجم الفتاوی ۳/۳۸۱)

(۱۶) معتدہ (عدت گزارنے والی عورت) کیلئے عدت کے ایام میں حج یا عمرہ کا سفر کرنا جائز نہیں، خواہ اس کے ساتھ محرم ہو، البتہ اگر اس نے اپنے شوہر یا اپنے کسی محرم کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر کا پہلے سے پروگرام طے کر رکھا ہو اور اس کیلئے رقم بھی جمع کروادی ہو، پھر اس کے شوہر کا انتقال ہوجائے، یا وہ اسے طلاقِ بائن (ایسی طلاق جس سے نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے) دیدے، تو اگر عورت

کوجمع کرائی ہوئی رقم واپس مل سکتی ہو، توپوری کوشش کر کے اپنی رقم واپس لے لے، اورسفر کاپروگرام ملتوی (کینسل) کر دے، اوراگرقانونی مجبوریوں کی وجہ سے رقم نہ مل سکتی ہو، بلکہ صورتِ حال یوں ہوکہ یا توعورت حج یاعمرہ کاسفر کرے یااپنی رقم سے ہاتھ دھوئے یعنی محروم رہے، تواس صورت میں عورت کیلئے عدت کے ایام میں اپنے محرم کے ساتھ حج یا عمرہ کاسفر کرنے کی گنجائش ہے۔(فتاوی حقانیہ ۴ /۵۴۲)

⑰ معتدہ کوسوداوغیرہ ضروری چیزوں کی ضرورت ہواور کوئی لانے والانہ ہوتواس صورت میں ضرورت کی حدتک گھرسے باہر جاسکتی ہے۔

⑱ طلاق رجعی کی عدت میں پان کا کھانا جائز ہے، یادرکھناچاہیے کہ طلاقِ رجعی وہ طلاق ہے جس سے نکاح فوراً ختم نہیں ہوتا، بلکہ عدت کے بعدختم ہوتاہے جیسے کوئی اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ میں نےتم کوایک طلاق دی ہے۔(احسن الفتاوی ۵/۴۴۶)

⑲ عدت میں سوگ کرناضروری ہے۔(احکام میت ۱۱۹)

ذیل میں قارئین کے افادہ کی غرض سے سوگ کی تعریف، حکم، اقسام اوراس کی شرعی، عقلی اورتاریخی حیثیت کوبھی ذکر کیاجاتاہے۔

سوگ کی لغوی تعریف

سوگ کوعربی زبان میں اِحداد کہاجاتاہے، اِحداد، حد سے مشتق (بنا) ہے، حد کا معنی ہے روکنا، منع کرنا، زیب وزینت کوترک کرنا، چنانچہ دربان وچوکیدار کوعربی زبان میں حدّاد کہاجاتاہے، کیونکہ وہ اجنبی لوگوں کوگھرمیں داخل ہونے سے روکتاہے ،شرعی سزاؤں مثلاًزناوغیرہ کی سزاکوبھی حد کہاجاتاہے، کیونکہ وہ انسانیت کواللہ تعالیٰ کی نافرمانی اورانسانوں کوایک دوسرے پرظلم وزیادتی کرنے سے روکتی ہیں، پس لغت کے لحاظ سے سوگ (احداد) کامفہوم یہ ہے کہ عورت اپنے غم کوظاہر کرنے کی غرض سے زیب وزینت کوچھوڑ دے۔



سوگ کی شرعی تعریف

سوگ کی شرعی تعریف کے بارے میں فقہاء کرام نور اللہ مرقدہم کے کلام میں مختلف تعبیریں ملتی ہیں، ان تمام تعبیرات کی روشنی میں سوگ کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے انتقال یا اس کے طلاقِ بائن دینے کے بعد ایک عرصہ تک زیب وزینت چھوڑ کر میلی کچیلی رہے، اور اسی طرح اپنے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں رات بھی نہ رہے۔ (بہشتی زیور ۲۵۸)

سوگ کی اس تعریف سے معلوم ہوا عورت کا ایامِ سوگ میں اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھنا، اور اسے قالین و پردے وغیرہ سے مزیّن کرنا شرعاً جائز ہے۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''أما الأول فالإحداد في اللغة عبارة عن الامتناع من الزينة، يقال: أحدت على زوجها وحدت أي امتنعت من الزينة وهو أن تجتنب الطيب ولبس المطيب والمعصفر والمزعفر، وتجتنب الدهن والكحل ولا تختضب ولا تمتشط ولا تلبس حليا ولا تتشوف'' ①

اور علامہ وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

''الإحداد أو الحداد في اللغة: الامتناع من الزينة....وهو خاص بالبدن، فلا مانع من تجميل فراش وبساط وستور، وأثاث بيت وجلوس امرأة على حرير'' ②

سوگ کا ثبوت احادیث کی روشنی میں

ذخیرہ احادیث میں سوگ سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بڑی تعداد میں

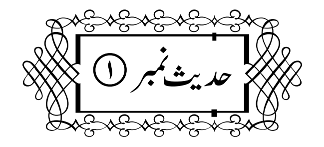
---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعود الکاسانی (۳/ ۳۳۰) (رشیدیہ کوئٹہ)

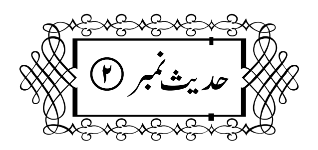
② الفقہ الاسلامی وادلتہ (۷۲۰۴/۹) (رشیدیہ کوئٹہ)



ملتے ہیں، ان میں سے چند ارشادات درج ذیل ہیں:



حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، وہ سوائے اپنے شوہر کے کسی اور کا سوگ تین دن سے زیادہ نہ کرے، صرف شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن کرے۔
(الصحیح للبخاری (رقم الحدیث ۵۳۳۴)



حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں: کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کیلئے سوائے اپنے شوہر کے کسی اور کی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے، صرف شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن کرنا جائز ہے۔ (الصحیح للبخاری (رقم الحدیث ۵۳۳۵)

اس طرح کی روایات حضرت ام عطیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں، جن کو صحیح مسلم میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ (الصحیح لمسلم (رقم الحدیث (۱۶۹۰)

سوگ کی عقلی حثیت

حکمِ سوگ کی عقلی حیثیت اور اس کے رموز واسرار جاننے سے پہلے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ شریعت کے احکام ثابت ہونے کا اصل مدار قرآن وسنت ہیں، جب کوئی حکم قرآن وسنت سے ثابت ہو جائے تو اس کے بعد اس کے قبول کرنے میں عقلی وجہ اور اس کی مصلحت کی تلاش وجستجو اور اس کا انتظار شرعاً جائز نہ ہونے کے ساتھ

ساتھ اپنی نادانی اور کم عقلی کا ثبوت بھی ہے، جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں اس وقت تک مملکتِ پاکستان کے قانون و دستور کو تسلیم نہیں کرونگا، جب تک کہ اس کے ہر ہر قانون کی علت اور وجہ مجھے نہ بتلادی جائے، ظاہر بات ہے کہ ایسے شخص کو ہر کوئی کم عقل کہے گا، لہٰذا حکمِ شرعی کے ثابت ہونے کا اصل دار و مدار قرآن وسنت ہیں، حکمتیں اور مصلحتیں نہیں۔

مگر یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ شریعت کے احکام میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں، جن کے معلوم ہونے کے بعد عام مسلمانوں کیلئے ان احکام پر عمل کرنا آسان اور خواص کیلئے مزید تسلی کا سامان ہوجاتا ہے، اس بنا پر اکابر امتؒ نے احکامِ شرعیہ کے مصالح اور حِکَم پر عربی اردو اور دیگر زبانوں میں مختلف کتابیں تالیف کی ہیں، جن میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تالیف ''احکام اسلام عقل کی نظر میں'' اپنی افادیت کے اعتبار سے ایک نرالی شان رکھتی ہے۔ علمائے کرام نے سوگ کی حِکَم اور مصالح بھی لکھے ہیں، ان میں چند درجِ ذیل ہیں:



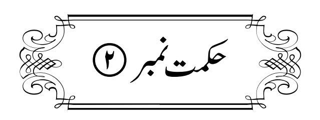
حکمت نمبر ①

نکاح مرد وعورت کے لیے بڑی نعمت ہے، اس سے جہاں شہوت کا جوش و ہیجان ختم ہوتا ہے، وہاں انسان کو شیطان کے مکر وفریب سے حفاظت، گھریلو ذمہ داریوں سے فراغت اور بقائے نسل جیسے اہم فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں، عورت کے حق میں اس کا نعمتِ عظمیٰ ہونا اس لحاظ سے بھی ہے کہ نکاح سے اس کی عزت و ناموس کی حفاظت اور اخراجات کی تمام تر ذمہ داری شوہر کے ذمہ ہوجاتی ہے، خاوند سے جدائی کے بعد نکاح اور اس سے حاصل ہونے والے تمام فوائد ختم ہو کر غم کا باعث ہیں، اس لئے شریعت نے اظہارِ غم کے لیے سوگ کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:



”ولنا أن الحداد إنما وجب على المتوفى عنها زوجها لفوات النكاح الذي هو نعمة في الدين خاصة في حقها لما فيه من قضاء شهوتها وعفتها عن الحرام وصيانة نفسها عن الهلاك بدرور النفقة، وقد انقطع ذلك كله بالموت فلزمها الإحداد إظهارا للمصيبة والحزن“ ①



حکمت نمبر ②

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں عورت کو خاوند کے انتقال کے بعد عدت گزارنے سے پہلے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے، وہاں دوسروں کو بھی اس (عورت) کو ایامِ عدت میں صاف لفظوں میں پیغامِ نکاح دینے سے بھی منع کیا ہے، اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ عورت ایامِ عدت جو کہ ایامِ سوگ بھی ہیں، میں میلی کچیلی رہے، زیب وزینت نہ کرے تا کہ اس کی طرف کسی کو رغبت وخواہش نہ ہو، کیونکہ ایامِ عدت میں رغبت اور ہیجان بڑی خرابی کا باعث ہوسکتا ہے۔

چنانچہ عنایہ میں ہے:

”والثاني أن هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها لأن المرأة إن كانت متزينة متطيبة تزيد رغبة الرجل فيها (وهي ممنوعة عن النكاح) ما دامت في عدة الوفاة أو الطلاق فتجتنبها كي لا تصير ذريعة) أي وسيلة (إلى الوقوع في المحرم) وهو النكاح“ ②



حکمت نمبر ③

شوہر کے ساتھ دیرینہ رفاقت اور حسنِ وفا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ شوہر کی

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۳۱) (رشیدیہ کوئٹہ)

② العنایہ مع فتح القدیر(۳۰۵/٤)(رشیدیہ کوئٹہ)

وفات کے بعد عورت بدحال ہو جائے، غم کی تصویر بن جائے، اور اس کو نہ کپڑوں کا خیال رہے اور نہ بالوں کا، میلی کچیلی پراگندہ رہے۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"ولنا أن الحداد إنما وجب على المتوفى عنها زوجها لفوات النكاح الذي هو نعمة في الدين خاصة في حقها لما فيه من قضاء شهوتها وعفتها عن الحرام وصيانة نفسها عن الهلاك بدرور النفقة وقد انقطع ذلك كله بالموت فلزمها الإحداد إظهارا للمصيبة والحزن" ①



عورت کو سوگ کا حکم دینے میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ عورت کی نگاہ ہمیشہ اپنے خاوند پر رہتی ہے اور وہ اس کیلئے بنتی سنورتی ہے، لہٰذا جب شوہر ہی نہ رہا تو وہ بناؤ سنگھار کس کیلئے کرے۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ)

سوگ کی تاریخی حیثیت

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگوں بالخصوص عرب کی مذہبی اور اخلاقی حالت بالکل بگڑی ہوئی تھی، اخلاقی حالت کا عالم تو یہ تھا کہ ان کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی چھڑ جاتی تھی اور سالہا سال تک جاری رہتی، شراب پینا، جوا کھیلنا وغیرہ ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا، مذہب میں وہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار بتلاتے تھے، مگر سچ یہ ہے کہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے کوئی سروکار نہ تھا، اکثر قبائل پکے بت پرست تھے، اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے تھے، غرض یہ کہ طرح طرح کے من گھڑت عبادت کے

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعود الکاسانی (۳۳۱/۳) رشیدیہ کوئٹہ

طریقوں کو مذہبِ ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے، ان من گھڑت طریقوں میں سے ایک عجیب وغریب طریقہ شوہر کی وفات پر سوگ کرنے والی عورت کا تھا، جس کی تفصیل احادیث وغیرہ کی کتابوں میں کچھ اس طرح ملتی ہے کہ جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوجاتا تو وہ خراب کپڑے پہن کر ایک تنگ وتاریک جھونپڑی (کمرہ) میں گھس جاتی اور ایک سال تک اس میں رہتی، اس دوران نہ وہ غسل کرتی اور نہ خوشبو اور نہ کوئی اور زیب وزینت، جب اس طرح سال پورا ہوجاتا تو اس کے رشتہ دار اس کے پاس کوئی جانور مثلاً بکری وغیرہ لے کے آتے، وہ عورت اپنا جسم اس جانور سے رگڑتی، جسم کی بدبو اور زہریلے جراثیم کی وجہ سے عموماً وہ جانور مر جاتا، اس کے بعد وہ جھونپڑے سے باہر آتی، اس کو اونٹ کی ایک دو مینگنیاں دی جاتیں جن کو وہ اپنے سامنے سے پھینکتی، تو اس کا سوگ ختم ہوجاتا۔

چنانچہ معالم السنن للخطابی میں ہے:

’’قال أبو داود : ....عن نافع عن زينب بنت أبي سلمة ، قالت سمعت أمي أم سلمة تقول جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إن ابنتي توفي عنها زوجها وقد اشتكت عينها أفنكحلها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا مرتين أو ثلاثا كل ذلك يقول لا ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما هي أربعة أشهر وعشر وقد كانت احدا كن في الجاهلية ترمي بالبعرة على رأس الحول ، قال حميد فقلت لزينب وما ترمى بالبعرة على رأس الحول ، فقالت زينب كانت المرأة إذا توفي عنها زوجها دخلت حشاً ولبست شر ثيابها ولم تمس طيباً ولا شيئاً حتى تمر بها سنة ثم تؤتى بدابة حمار أو شاة أو طائر فتفتض به فقلما تفتض بشيء إلا مات ثم تخرج فتعطى بعره فترمى بها ثم تراجع بعد ما شاءت من طيبب أو غيره...

أي تكسر ما كانت فيه من العدة وتخرج منه بالدابة‘‘ ①

---

١ معالم السنن للخطابی (۲۸۵/۳) احیاء التراث

سوگ کا حکم

سوگ کا حکم عورت کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، چنانچہ کبھی تو سوگ کرنا ضروری ہوتا ہے اور کبھی مباح، اور کبھی سرے سے جائز ہی نہیں ہوتا، اس کی مکمل تفصیل ''کن عورتوں پر سوگ لازم ہے؟'' کے عنوان میں ذکر کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

سوگ کی اقسام اور ان کے احکام

سوگ کی دو قسمیں ہیں: ① شرعی سوگ۔ ② غیر شرعی سوگ

پہلی قسم (شرعی سوگ) اور اسکا حکم

شرعی سوگ اس کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے جس سوگ کا حکم دیا ہے، وہ دو قسم کا ہے، ایک تو یہ کہ عورت طلاقِ بائن یا شوہر کی وفات کے بعد غم کی وجہ سے سوگ کرے، دوسرے یہ کہ عورت کسی اور کی وفات پر سوگ کرے۔

پہلی قسم (طلاقِ بائن یا شوہر کی وفات پر غم کی وجہ سے عورت کیلئے) سوگ کرنا شرعاً ضروری ہے، اور دوسری قسم کہ عورت کسی اور کی وفات پر سوگ کرے، تو یہ مباح ہے، لازم نہیں، لہٰذا خاوند کے علاوہ کسی اور کی وفات پر سوگ کرنے والی عورت اگر شادی شدہ ہو، تو اپنے خاوند کی اجازت سے تین دن تک سوگ کرسکتی ہے، تین دن سے زیادہ سوگ کرنا شرعاً صحیح نہیں، اور اسی طرح اگر خاوند اجازت نہ دے تو بھی اس کیلئے سوگ کرنا جائز نہیں، کیونکہ عورت پر خاوند کا یہ حق ہے کہ وہ بن سنور کے رہے اور اس کی اجازت کے بغیر سوگ کرنے میں اس کے حق کی تفویت ہے، اس لیے خاوند کی اجازت ضروری ہے۔

اور اگر سوگ کرنے والی عورت شادی شدہ نہ ہو اور نہ ہی عدت گزار رہی ہو، تو اس کیلئے بھی سوگ کرنا درست نہیں، تاہم اگر وہ سوگ کرنا چاہے تو اس کیلئے تین دن تک سوگ کرنا جائز ہے، تین دن سے زیادہ سوگ کرنا شرعاً صحیح نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ کا

ارشاد گرامی ہے: کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، وہ سوائے شوہر کے اور کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ نہ کرے۔

یاد رہے کہ خاوند کے علاوہ کسی اور سے مراد مسلمان میت ہے، خواہ کسی رشتہ دار کی ہو یا کسی اجنبی کی۔

چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

”ولا نعلم خلافا في عدم وجوبه على الزوجة بسبب غير الزوج من الأقارب وهل يباح؟ قال محمد في النوادر: لا يحل الإحداد لمن مات أبوها أو أمها أو ابنها أو أخوها وإنما هو في الزوج خاصة، قيل: أراد بذلك فيما زاد على الثلاث لما في الحديث من إباحته للمسلمات على غير أزواجهن ثلاثة أيام، والتقييد بالمبتوتات يفيد نفي وجوبه على الرجعية، وينبغي أنها لو أرادت أن تحد على قرابة ثلاثة أيام ولها زوج له أن يمنعها، لأن الزينة حقه حتى كان له أن يضربها على تركها إذا امتنعت وهو يريدها وهذا الإحداد مباح لها لا واجب عليها وبه يفوت حقه“ ①

اور علامہ بدر الدین عینیؒ لکھتے ہیں:

”وأبيح للمرأة الحداد لغير الزوج ثلاثة أيام وليس ذلك بواجب وقال ابن بطال أجمع العلماء على أن من مات أبوها أو ابنها وكانت ذات زوج وطالبها زوجها بالجماع في الثلاثة الأيام التي أبيح لها الإحداد فيها أنه يقضي له عليها بالجماع فيها وقوله على غير زوجها يشمل كل ميت غير الزوج سواء كان قريبا أو أجنبيا وأما الحداد لموت الزوج فواجب عندنا سواء كانت حرة أو أمة وكذلك يجب على المطلقة طلاقا بائنا مطلقا“ ②

① شرح فتح القدير لابن الهمامؒ (٣٠٢/٤) (رشيديه كوئٹہ)

② عمدة القارى للعينيؒ (٦٤/٨) (دار المعرفہ)

دوسری قسم (غیر شرعی سوگ) اور اس کا حکم

جو سوگ اللہ تعالی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیمات کے بجائے لوگوں کے اپنے من گھڑت اور بے بنیاد طریقوں کے مطابق ہو، وہ غیر شرعی سوگ کہلاتا ہے، اور اس طرح کا سوگ ہر دور میں جاری رہا ہے، جس طرح عرب زمانہ جاہلیت میں اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی کا پیرو کار بتلاتے تھے، اور اپنی عبادات، معاملات اور معاشرت وغیرہ کو اپنی خواہش کے مطابق انجام دیتے تھے، اسی طرح امتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ میں بھی بہت سے مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے باوجود اسلامی تہذیب وتمدّن کو خیر باد کہہ کر مغربی تہذیب وتمدّن میں رنگے ہوئے ہیں، کچھ پر یہ رنگ زیادہ ہے اور کچھ پر کم، ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہمارا رہن سہن وغیرہ یورپ کے باشندوں جیسا ہونا چاہیے، اسی وجہ سے وہ اپنی خوشی اور غمی کے ایام اسی طرح گزارنے کی کوشش کرتے ہیں جس طرح دیگر غیر مسلم اقوام گزارتی ہیں، چنانچہ انہی کی دیکھا دیکھی میں مسلمانوں میں غمی کے موقع پر درجِ ذیل سوگ کے طریقے رائج ہو گئے ہیں۔

① جب حکومت کے کسی سربراہ کا انتقال ہو جاتا ہے یا قوم کسی بڑے حادثے سے دوچار ہو جاتی ہے، تو اس غم میں قومی پرچم کو سرنگوں رکھ کر غم کا اظہار کیا جاتا ہے۔

② اور بعض علاقوں میں حادثات کی صورت میں یومِ سیاہ منایا جاتا ہے، جس میں پورا علاقہ بند رکھا جاتا ہے، اور جگہ جگہ سیاہ جھنڈے لگائے جاتے ہیں۔

③ اور بعض علاقوں میں عورتوں کے ساتھ ساتھ مرد بھی سوگ کرتے ہیں، اور ماتھے اور بازو پر سیاہ پٹیاں باندھ کر روڈوں پر گھومتے ہیں، حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صرف عورتوں کو سوگ کرنے کا حکم دیا ہے۔

④ اور بعض لوگ سوگ میں ماتمی جلوس نکالتے ہیں اور اس ماتم میں تعزیہ وغیرہ نکالتے ہیں اور ماتمی دھن بجاتے ہیں، حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ماتم کرنے سے صراحۃً منع فرمایا۔

⑤ اور بعض لوگ خاموش رہ کر سوگ کرتے ہیں۔

⑥ اور بعض علاقوں میں تو کسی لیڈر وغیرہ کے قتل پر عام تعطیل کے ساتھ ساتھ چالیس دن تک کے سوگ کا اعلان کیا جاتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے صرف عورتوں کو شوہر کے علاوہ کسی اور میت پر تین دن تک سوگ کی اجازت ہے۔

⑦ اور اسی طرح کسی سیاسی جماعت وغیرہ کے لیڈر وغیرہ کے جائے حادثہ پر موم بتیاں اور پھول وغیرہ رکھ کر اظہارِ غم کیا جاتا ہے۔

سوگ کن عورتوں پر لازم ہے؟

کن عورتوں پر سوگ کرنا ضروری ہے اور کن پر نہیں؟ اس میں کچھ تفصیل ہے، ذیل میں نمبروار ہر ایک کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ استفادہ میں آسانی ہو۔

① علمائے احناف ؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس عاقل، بالغ، مسلمان عورت کے خاوند کا انتقال ہو جائے تو اسے عدتِ وفات میں سوگ کرنا ضروری ہے، خواہ اس کو اپنے خاوند کے ساتھ تنہائی (خلوتِ صحیحہ) میں ملنے کا موقع ملا ہو یا نہیں، خواہ جوان ہو یا بوڑھی۔ (احکامِ میت ص ۱۱۹)

چنانچہ علامہ بدرالدین ؒ لکھتے ہیں: ''وأما الحداد لموت الزوج فواجب عندنا سواء كانت حرة أو أمة وكذلك يجب على المطلقة طلاقا بائنا مطلقا'' ①

② جس عورت کو اس کے خاوند نے طلاقِ بائن (وہ طلاق جس سے نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے) دی ہو تو عدتِ طلاق میں اسے سوگ کرنا ضروری ہے، اور اگر طلاقِ رجعی (وہ طلاق جس سے نکاح فوراً ختم نہ ہو بلکہ عدت گزرنے کے بعد ختم ہو) دی ہو اس پر سوگ لازم نہیں، بلکہ اس کے لیے زیب وزینت کرنا بہتر ہے تاکہ شوہر کو اسکی طرف رغبت وخواہش ہو اور وہ رجوع کر لے۔ (بہشتی زیور ص ۲۵۸)

---

① عمدة القاری للعینیؒ (٦٤/٨) (دار المعرفہ)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وأما الثالث في شرائط وجوبه فهي أن تكون المعتدة بالغة عاقلة مسلمة من نكاح صحيح سواء كانت متوفى عنها زوجها أو مطلقة ثلاثا أو بائنا..... والنكاح بعد الطلاق الرجعي غير فائت بل هو قائم من كل وجه فلا يجب الحداد بل يستحب لها أن تتزين لتحسن في عين الزوج فيراجعها“ ①

③ جس عورت کا خاوند لاپتہ ہوجائے، ہر طرح کے وسائل استعمال کرنے کے باوجود اس کا کچھ علم نہ ہو تو اس کے نکاح سے نکلنے کی مکمل کارروائی تو مستند مفتیانِ عظام سے پوچھ لی جائے، جب اس کارروائی کے بعد مسلمان قاضی اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں مسلمانوں کی ایک جماعت جس میں کم از کم ایک عالم بھی ہو، اس کے شوہر کی موت کا فیصلہ کر دے اور اس کے نکاح کو فسخ (ختم) کر دے، تو اس کے بعد اس عورت پر عدت لازم ہوجائے گی، اور عدت میں سوگ کرنا لازم ہوگا۔

چنانچہ موسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

”المفقود وهو من انقطع خبره ولم يعلم حياته من مماته فاذا حكم باعتباره ميتاً فقد اجمع العلماء على ان زوجته تعتد عدة وفاة من حين الحكم........ ويجب عليها الاحداد“ ②

نوٹ: خاوند کے لاپتہ ہونے کی صورت میں دوسری جگہ نکاح کے شرعی طریقۂ کار سے متعلق پوری تفصیل مفتیانِ کرام سے پوچھ لی جائے اور پھر اس کے مطابق کاروائی کی جائے، از خود کوئی قدم نہ اٹھایا جائے، تمام معاملات کسی مستند مفتی صاحب سے پوچھ کر کر لیے جائیں۔

④ جو لڑکی نابالغ ہو اگر اس کا خاوند اس کو طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہوجائے تو اس

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۳۳۱) (رشیدیہ کوئٹہ)

② موسوعہ الفقہیہ الکوتیہ (۱۰٤/۲، ۱۰۵)(حقانیہ کوئٹہ)

پر سوگ نہیں، یہی حکم مجنون (پاگل) عورت کا ہے، البتہ اگر یہ نابالغ لڑکی دورانِ عدت بالغ ہوجائے یا مجنون عورت دورانِ عدت صحیح ہوجائے، تو ان پر عدت کے باقی دنوں میں سوگ لازم ہوگا۔

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"(قوله: كافرة وصغيرة ومجنونة) لكن لو أسلمت الكافرة في العدة لزمها الإحداد فيما بقي منها كما مر عن الجوهرة . وكذا ينبغي أن يقال في الصغيرة والمجنونة إذا بلغت وأفاقت كما في البحر ، وإنما لزمت العدة عليهن دون الإحداد ..." ①

⑤ جس عورت کا نکاح صحیح نہ ہوا ہو، بے قاعدہ مثلاً گواہوں کے بغیر ہوا ہو یا کسی نے دوسرے کی معتدہ سے عدت میں نکاح کرلیا ہو، تو اگر اس کے شوہر (جس سے نکاح بے قاعدہ ہوا ہے) کا انتقال ہوجائے یا وہ اسے طلاقِ بائن دیدے تو اس عورت پر سوگ نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۲۵۸)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"وأما الثالث في شرائط وجوبه فهي أن تكون المعتدة بالغة عاقلة مسلمة من نكاح صحيح ... فلا يجب على ..والمعتدة من نكاح فاسد والمطلقة طلاقا رجعيا وهذا عندنا" ②

سوگ کا آغاز اور اس کی انتہاء کب ہوگی؟

سوگ کی مدت طلاقِ بائن یا خاوند کے انتقال کے بعد سے شروع ہوجاتی ہے، اور عدت ختم ہونے تک رہتی ہے گویا کہ سوگ کا آغاز عدت کے آغاز کے ساتھ اور اس کی انتہا عدت کی مدت کے انتہا کے ساتھ ہوجاتی ہے، خواہ عورت کو طلاق یا خاوند کی

---

① ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی (۵۳۲/۳) (ایچ، ایم، سعید)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعود الکاسانی (۳/ ۳۳۱) (رشیدیہ کوئٹہ)

وفات کا علم ہو یا نہ ہو، لہٰذا اگر عورت کو کسی وجہ سے طلاق یا شوہر کی وفات کا علم نہیں ہوسکا اور وہ عدت میں زیب وزینت جیسے ممنوع کام سرانجام دیتی رہی ہو، اور کچھ روز بعد اسے طلاق یا شوہر کی وفات کی خبر ملی ہو، تو اسی وقت (جس وقت طلاق یا وفات کی خبر ملی ہو) سے عدت اور سوگ کا حکم لازم ہوجائے گا، اور لاعلمی میں جو وقت گزر چکا ہے، اس کی قضاء نہیں۔

چنانچہ موسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

"یبدأ الاحداد عقیب الوفاۃ سواء علمت الزوج او تاخر علمھا وعقیب الطلاق البائن..اما اذا مات الزوج او طلقھا وھو بعید عنھا فیبدأ الاحداد من حین علمھا ولیس علیہ أضاء مافات وینقضی بانقضاء العدۃ۔" (1)

کیا شہید کی بیوہ پر سوگ لازم ہے؟

جی ہاں! شہید کی بیوہ پر بھی سوگ لازم ہے کیونکہ سوگِ عدت کے تابع ہے، شہید کی بیوہ پر عدت لازم ہے۔ چنانچہ موسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

"یبدأ الاحداد عقیب الوفاۃ سواء علمت الزوج او تاخر علمھا وعقیب الطلاق البائن.......اما اذا مات الزوج او طلقھا وھو بعید عنھا فیبدأ الاحداد من حین علمھا ولیس علیھا أضاء مافات وینقضی بانقضاء العدۃ۔" (2)

دورانِ عدت ناجائز کام

(1) جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو اس کو عدت کے ایام میں صاف لفظوں میں نکاح کا پیغام دینا، مثلاً میں آپ سے نکاح کا خواہشمند ہوں، جائز نہیں، البتہ پیغامِ نکاح دینے میں کوئی بات اشارۃً کہہ دینا درست ہے، مثلاً یہ کہ مجھ کو ایک

(1) موسوعہ الفقہیہ الکوتیہ (۱۰۵/۲)(حقانیہ کوئٹہ)

(2) موسوعہ الفقہیہ الکوتیہ (۱۰۵/۲)(حقانیہ کوئٹہ)

نیک عورت سے نکاح کی ضرورت ہے، جس میں یہ یہ صفات ہوں، اور پھر ان صفات کو ذکر کر دیا جائے جو اس عورت میں پائی جاتی ہیں۔ (احکامِ میت ص ۱۲۸)

(۲) یاد رہے کہ جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاقِ بائن (جس سے نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے) دیدی ہو، اس کو عدت کے ایام میں نہ صاف لفظوں میں نکاح کا پیغام دینا جائز ہے اور نہ اشارۃً کہنا درست ہے۔

(۳) لہٰذا یہ جو بعض لوگ عدت میں نکاح کر لیتے ہیں اور میاں بیوی والے تعلقات عدت گزرنے کے بعد قائم کرتے ہیں، تو ان کا عدت میں کیا ہوا نکاح شرعاً صحیح نہیں ہے، جب نکاح ہی صحیح نہیں، تو اس عورت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور اس سے باتیں کرنا اور میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اگر اس نکاح سے کوئی اولاد ہو جائے تو وہ ناجائز اولاد ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ﴾ ①

اور بدائع الصنائع میں ہے:

”ومنها أنه لا يجوز للأجنبي خطبة المعتدة صريحا سواء كانت مطلقة أو متوفى عنها زوجها... وأما التعريض فلا يجوز أيضا في عدة الطلاق ولا بأس به في عدة الوفاة“ ②

(۴) بعض علاقوں میں یہ دستور ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ تعلّقات

---

① سورۃ البقرۃ (رقم الآیہ ۲۳۵)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعود الکاسانی (۳/ ۳۲۳) (رشیدیہ کوئٹہ)

رکھتے ہوئے دیکھ لے یا اسے شک ہوجائے، تو وہ اپنی بیوی کو اپنے علاقہ کے سردار کے گھر چھوڑ آتا ہے اور پھر جس آدمی کے ساتھ اس کی بیوی کے تعلقات ہوں، اس کو کہا جاتا ہے کہ ہم سے صلح کرو، نہیں تو پھر ہم جان سے ماردینگے، چنانچہ ان سے بڑی بھاری رقم لے کر صلح کی جاتی ہے، اس کے بعد شوہر اپنی رفیقۂ حیات کو فروخت کر دیتا ہے جس کا طریقۂ کار بعض علاقوں میں یہ ہے کہ خریدنے والے بیوپاری علاقہ کے سردار کی بیٹھک پر جمع ہوتے ہیں، وہ سب عورت کو دیکھتے ہیں پھر جو قیمت زیادہ دیتا ہے اس کے ہاتھ اسے فروخت کر دیا جاتا ہے، اور خاوند اسے اسی وقت طلاق دیتا ہے اور بعض علاقوں مثلاً سخی سرور کے بالائی علاقوں میں تو عورت کو طلاق بھی نہیں دی جاتی، اور اسی وقت خریدنے والا آدمی اپنا یا کسی اور کا اس سے نکاح کر دیتا ہے۔

یاد رکھیے! کہ ایسا کرنا شرعاً اور اخلاقاً جائز نہیں، بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے کہ کسی آزاد عورت اور وہ بھی اپنی بیوی کو فروخت کیا جائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس آزاد آدمی کو فروخت کیا گیا قیامت کے دن میں خود اس کی طرف سے مدعی ہونگا۔ اور اس عورت کو فروخت کر کے جو رقم حاصل کی جاتی ہے، اس کا استعمال شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور اس رقم سے جو مکان یا اور کھانے پینے کی اشیاء خریدی گئی ہیں، ان کا استعمال بھی شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

اور جس مرد نے اس سے نکاح کیا ہے اس کا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا، لہٰذا اس کا اس عورت کے ساتھ رہنا اور اس کے ساتھ مباشرت (ہمبستری) کرنا شرعاً ناجائز اور بحکمِ زنا ہے اور اس نکاح کے بعد پیدا ہونے والی اولاد ناجائز اولاد ہے، اور جتنا عرصہ یہ مرد اس کے ساتھ رہے گا، اس پر اللہ کی لعنت برستی رہے گی۔ جس سردار کی نگرانی میں یہ کام کیا گیا ہے، وہ بھی ان کے ساتھ گناہ میں برابر کے شریک ہیں، اس لیے ان کی شرعاً یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے علاقوں سے اس بری رسم کو ختم کروائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ....وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾①

اور علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وأما أحكام العدة فمنها أنه لا يجوز للأجنبي نكاح المعتدة لقوله تعالى { ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله ....ولأن النكاح بعد الطلاق الرجعي قائم من كل وجه ، وبعد الثلاث والبائن قائم من وجه حال قيام العدة لقيام بعض الآثار ، والثابت من وجه كالثابت من كل وجه في باب الحرمات احتياطا“ ②

⑤ عِدت کے زمانہ میں زیورات استعمال کرنا، چوڑیاں پہننا (اگرچہ کانچ کی ہوں) بدن یا کپڑوں میں خوشبو بسانا، سینٹ، کریم، پاوڈر وغیرہ استعمال کرنا، پان کھا کرمنہ لال کرنا، مسی ملنا، بلاضرورت سرمیں تیل ڈالنا اور سرمہ لگانا، مہندی لگانا، بطورِ زینت ریشمی یا عمدہ رنگا ہوا کپڑا پہننا، بالوں میں باریک دندانوں والی کنگھی سے کنگھی کرنا جائز نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۲۵۸)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وهو أن تجتنب الطيب ولبس المطيب والمعصفر والمزعفر وتجتنب الدهن والكحل ولا تختضب ولا تمتشط ولا تلبس حليا ولا تتشوف ....وكذا لبس الثوب المطيب والمصبوغ بالعصفر والزعفران له رائحة طيبة فكان كالطيب وأما الدهن فلما فيه من زينة الشعر وفي الكحل زينة العين ..وهذا في حال الاختيار

---

① سورة النساء(رقم الآيه)(٢٣، ٢٤)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(٣٢٤/٣) (رشیدیہ کوئٹہ)

فأما في حال الضرورة فلا بأس به بأن اشتكت عينها فلا بأس بأن تكتحل أو اشتكت رأسها فلا بأس أن تصب فيه الدهن أو لم يكن لها إلا ثوب مصبوغ فلا بأس أن تلبسه لكن لا تقصد به الزينة لأن مواضع الضرورة مستثناة" ①

⑥ عدت کے زمانہ میں بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، لہٰذا یہ جو بعض عورتیں عدت کے زمانہ میں معمولی عذر پیش آنے پر گھر سے باہر چلی جاتی ہیں، ان کا اس طرح جانا صحیح نہیں، جن اعذار کی وجہ سے گھر سے نکلنا جائز ہے ان کو "دورانِ عدت کن کاموں کی اجازت ہے" کے عنوان کے تحت تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ (احکامِ میت ص ۱۲۷)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"ومنها حرمة الخروج من البيت لبعض المعتدات دون بعض... فإن كانت معتدة من نكاح صحيح وهي حرة مطلقة بالغة عاقلة مسلمة والحال حال الاختيار فإنها لا تخرج ليلا ولا نهارا سواء كان الطلاق ثلاثا أو بائنا أو رجعيا.... وأما المتوفى عنها زوجها فلا تخرج ليلا ولا بأس بأن تخرج نهارا في حوائجها" ②

⑦ بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ عدت کے زمانہ میں بلاضرورت گھر سے باہر جانے سے عدت ٹوٹ جاتی ہے اور پھر از سرِ نو عدت لازم ہو جاتی ہے، اس لیے وہ عدت کا اہتمام باقاعدگی سے نہیں کرتیں، یہ بات بالکل غلط ہے، اس طرح عدت نہیں ٹوٹتی، البتہ عدت کے ایام میں کسی معتبر عذر کے بغیر گھر سے نکلنا صحیح نہیں۔

(احکامِ میت ص ۱۲۷)

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/۳۳۰،۳۲٤)(رشیدیہ کوئٹہ)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/۳۳۰،۳۲٤)(رشیدیہ کوئٹہ)

(۸) بعض عورتیں احتیاطاً عدت میں دو تین دن بڑھادیتی ہیں سو ایسا کرنا بھی شرعاً جائز نہیں، عدت جتنے دن مقرر ہے، اتنی ہی رہتی ہے، اس میں اضافہ نہیں ہوتا۔ (احکامِ میت ص ۱۲۸)

(۹) اور اسی طرح عدت گزارنے والی عورت کا کسی خوشی مثلاً شادی وغیرہ یا کسی غمی مثلاً موت وغیرہ کی تقریب میں شرکت کرنا بھی جائز نہیں۔

(۱۰) اور معتدۂ وفات (خاوند کے انتقال کی عدت گزارنے والی عورت) کا اپنے خاوند کا چہرہ دیکھنے کیلئے گھر سے باہر نکلنا یا عدت کے ایام میں قبرستان خاوند کی قبر پر جانا بھی جائز نہیں۔ (احکامِ میت ص ۱۲۷)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

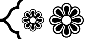
”(ولا تخرج معتدة رجعي وبائن) بأي فرقة كانت على ما في الظهيرية ولو مختلعة على نفقة عدتها في الأصح اختيار أو على السكنى فيلزمها أن تكتري بيت الزوج معراج (لو حرة) أو أمة مبوأة ولو من فاسد (مكلفة من بيتها أصلا) لا ليلا ولا نهارا ولا إلى صحن دار فيها منازل لغيره ولو بإذنه لأنه حق الله تعالى“ ①

(۱۱) بعض خاندان ایک ساتھ بڑی حویلی میں رہتے ہیں، ہر ایک کے کمرے کے سامنے اپنے مکان کا صحن ہوتا ہے، تو ایسے گھر میں عدت گزارنے والی عورت اپنے گھر کے صحن میں تو جا سکتی ہے، مگر سب مکانوں کے مشترکہ صحن میں بلا ضرورت جانا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۵/۵۴۵)

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

---

① الدرالمختار لعلاء الدين الحصكفيؒ (۵۳۵/۳) (ایچ، ایم، سعید)



’’(ولا تخرج معتدة رجعي وبائن) ......لا ليلا ولا نهارا ولا إلى صحن دار فيها منازل لغيره ولو بإذنه لأنه حق الله تعالى‘‘ ①

(۱۲) عدت کے زمانہ میں سفر کرنا شرعاً جائز نہیں، خواہ سفر حج کا ہو یا عمرہ کا، محرم ساتھ ہو یا نہیں۔ (احکامِ میت ص ۱۲۲)

(۱۳) بعض عورتیں عدت میں آسمان سے شرماتی ہیں اور آسمان سے پردہ کرنا شروع کر دیتی ہیں، سو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ (۴۲۲/۸))

(۱۴) بعض عورتیں عدت کے زمانہ میں گھر میں کسی مخصوص جگہ یا کمرے میں بیٹھنا ضروری خیال کرتی ہیں، اور کوئی کمرہ وغیرہ خاص کر کے دن رات وہیں رہتی ہیں، سو ایسا کرنا اور ایسا سمجھنا جائز نہیں۔

(۱۵) بعض عورتیں خاوند کے انتقال کے بعد ایک سال تک عدت میں رہتی ہیں، سو ایسا کرنا صحیح نہیں، ایسی عورت کی عدت یا تو چار مہینے دس دن ہے یا وضعِ حمل (بچہ کی پیدائش تک کی مدت) ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل عدتِ وفات میں گزر چکی ہے۔ (احکامِ میت ص ۱۱۷)

(۱۶) بعض عورتوں کا عدت کے ایام میں ایک ہی لباس پہنے رہنا، دوسرے لباس کے ہوتے ہوئے بھی اسے استعمال نہ کرنا اور سوائے جمعہ کے اور کسی دن غسل کرنے کو اچھا نہ سمجھنا، گھر کے محرم مردوں کے سامنے بالکل نہ آنا اور اگر اتفاقاً آمنا سامنا ہو جائے، تو اس کی وجہ سے عدت میں اضافہ کرنا اور اسی طرح گوشت کے کاٹنے کو غلط خیال کرنا وغیرہ، سب شرعاً ناجائز ہے۔

---

① الدرالمختار لعلاء الدين الحصكفيؒ (۵۳۵/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

ساتواں باب

معتدہ اور اس کے بچوں کے نان ونفقہ کا بیان

نفقہ کی لغوی تعریف

عربی زبان میں نفقہ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو انسان اپنی ذات اور اپنے زیرِ کفالت افراد پر خرچ کرتا ہے۔ (لسان العرب (۱۰/۳۵۷)

نفقہ کی اصطلاحی تعریف

شریعت کی اصطلاح میں خوراک، پوشاک اور رہائش کے انتظام کو نفقہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"باب النفقة هي لغة ماينفقه الإنسان على عياله وشرعا (هي الطعام والكسوة والسكنى" ①

نفقہ کی شرعی حیثیت

قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی صریح اور واضح عبارت سے یہ ثابت ہے کہ جب عورت مرد کے نکاح میں چلی جاتی ہے، تو اس پر عورت کی حفاظت اور زندگی سے متعلق حقوق لازم ہوجاتے ہیں، انہی حقوق میں سے ایک عورت کے نفقہ کی ذمہ داری ہے، شریعت نے مرد پر عورت کے نفقہ کو لازم قرار دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا﴾ ②

---

① الدرالمختار لعلاء الدين الحصكفيؒ (۳/۵۷۱) (ایچ، ایم، سعید)

② سورة الطلاق (رقم الآیہ ۷)

ترجمہ: وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہیے کہ اللہ نے اس کو جتنا دیا ہے اس میں سے خرچ کرے (یعنی امیر آدمی اپنی حیثیت کے موافق خرچ اٹھاوے اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے موافق) (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے جتنا اس کو دیا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾①

ترجمہ: اور ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان (عام مؤمنین) پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو...... تم نے انہیں اللہ کے عہد سے حاصل کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہی کلمہ سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے، تم پر ان کی خوراک و پوشاک دستور کے موافق لازم ہے۔

مندرجہ بالا قرآن کریم کی آیات اور حدیث مبارک کی عبارت سے ثابت ہوا کہ عورت کا نفقہ مرد پر لازم ہے۔

وجوبِ نفقہ کی عقلی حیثیت

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب مرد و عورت میں اسلامی اصول کے مطابق ازدواجی رشتہ قائم ہوجائے تو وہ پائیدار اور عمر بھر کا رشتہ ہو، جس سے ان دونوں کی دنیا اور دین دونوں درست ہوں اور ان سے پیدا ہونے والی نسلِ نو کے اعمال و اخلاق درست ہوں، اسی لئے قرآن کریم نے نکاح کے مسائل میں صرف اصول بتلانے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کی بہت سی فروع اور جزئیات کو بھی بیان فرمایا ہے، تاکہ میاں بیوی کے اس مقدس رشتہ میں جب کبھی تلخیاں اور اختلافات پیدا ہوں تو ان کو احکم الحاکمین کے بتلائے ہوئے قانون کے مطابق حل کر دیا جائے۔

① سورۃ الاحزاب (رقم الآیہ ۵۰)

اور پھر خالقِ کائنات نے مرد میں فطری طور پر اس کے اعضاء کومضبوط بنانے کے ساتھ اس میں قوت، شجاعت، علوِ ہمت جیسی دیگر اہم ایسی صفات بھی ودیعت رکھی ہیں کہ وہ صفات عورتوں میں پیدا نہیں فرمائیں نیز عورتوں کو عقلی لحاظ سے وہ صلاحیتیں نہیں دیں، جو مردوں کو دی ہیں، اسی وجہ سے حدیث میں عورت کو ناقصِ عقل کہا گیا ہے۔

اور عورت مرد کے گھر میں مرد ہی کی وجہ سے رہتی ہے اور اسی کے گھریلو امور کی انجام دہی میں مشغول رہتی ہے اور طلاق کے بعد بھی وہ مرد کی وجہ سے ایک عرصہ عدت گزارتی ہے، ان سب امور کا تقاضا یہی ہے کہ عورت کے اخراجات وغیرہ کی ذمہ داری اسی پر ہو جو فطری طور پر عقلمند، مضبوط ہو اور جس کی وجہ سے عورت گھر میں رہنے کی پابند ہو۔

چنانچہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’وأما المعقول فهو أن المرأة محبوسة بحبس النكاح حقا للزوج ممنوعة عن الاكتساب بحقه فكان نفع حبسها عائدا إليه فكانت كفايتها عليه كقوله صلى الله عليه وسلم الخراج بالضمان ولأنها إذا كانت محبوسة بحبسة ممنوعة عن الخروج للكسب بحقه فلو لم يكن كفايتها عليه لهلكت ولهذا جعل للقاضي رزق في بيت مال المسلمين لحقهم؛ لأنه محبوس لجهتهم ممنوع عن الكسب فجعلت نفقته في مالهم وهو بيت المال كذا ههنا‘‘ ①

مقدارِ نفقہ

مرد پر کتنا نان ونفقہ لازم ہے؟ کیا وہ اپنی حیثیت کو سامنے رکھ کر نفقہ کا انتظام کرے تو شرعاً وہ ذمہ داری سے سبکدوش سمجھا جائے گا؟ سو اس سے متعلق مفتیٰ بہ بات یہ ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں صاحبِ ثروت ہوں تو پھر شوہر پر اپنی بیوی کو امیرانہ نان ونفقہ دینا ضروری ہے، اور اگر میاں بیوی دونوں غریب ہوں تو پھر شوہر پر غریبانہ

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ٤١٨)(رشیدیہ کوئٹہ)

نفقہ دینا ضروری ہے، اور اگر دونوں کی مالی حالت مختلف ہو تو پھر اوسط درجہ کا نفقہ دینا ضروری ہے۔

یاد رہے کہ نفقہ کا مقصد بنیادی ضروریات کی تکمیل ہے، اور یہ ضروریات عرف ورواج کے لحاظ سے مختلف ہوسکتی ہیں، لہٰذا عورت کی ضروریات کو سامنے رکھ کر اسے نفقہ دیا جانا ضروری ہے۔ (بہشتی زیور ص۲۵۹) (فتاوی دار العلوم دیوبند[۱۱/۱۵۱])

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ ①

اور علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وذكر الخصاف أنه يعتبر بحالهما جميعا حتى لو كانا موسرين فعليه نفقة اليسار وإن كانا معسرين فعليه نفقة الإعسار وكذلك إذا كان الزوج معسرا والمرأة موسرة ولا خلاف في هذه الجملة فأما إذا كان الزوج موسرا والمرأة معسرة فعليه نفقة اليسار على ما ذكره الكرخي وعلى قول الخصاف عليه أدنى من نفقة الموسرات وأوسع من نفقة المعسرين حتى لو كان الزوج مفرطا في اليسار يأكل خبز الحوارى ولحم الحمل والدجاج“ ②

نفقہ کے مسائل

مسئلہ ① جس عورت کے خاوند نے اسے طلاقِ رجعی یا طلاقِ بائن دی ہو اس پر عدت لازم ہے، عدت کے زمانہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے، خواہ عورت مالدار ہو یا غریب ہو۔ (بہشتی زیور ص۲۶۰)

اورطلاقِ رجعی سے مراد وہ طلاق ہے جس سے نکاح عدت گزرنے کے بعد

---

① سورة الطلاق (رقم الآیہ۷)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ۴۳۱)(رشیدیہ کوئٹہ)

ختم ہو جیسا کہ کوئی آدمی اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو ایک طلاق دی ہے۔ اور طلاقِ بائن سے مراد وہ طلاق ہے کہ جس سے نکاح فوراً ختم ہو جائے۔

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا أو بائنا، أو ثلاثا حاملا كانت المرأة، أو لم تكن كذا في فتاوى قاضي خان" ①

مسئلہ ② اگر خاوند ایسا کام کر بیٹھے جس سے اسکی بیوی اس کے لیے حلال نہ رہے مثلاً اپنی ساس یا بیٹی سے (معاذ اللہ) زنا وغیرہ کا ارتکاب کر بیٹھے اور پھر عورت کو طلاق دے کر یا یہ کہہ کر کہ اب تم میرے لیے حلال نہیں رہی ہو، لہٰذا میں آپ سے علیحدہ ہوتا ہوں، علیحدہ ہو جائے تو اس عورت کی عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہو گا۔ اور اگر عورت سے ایسا کام ہو جائے جس سے وہ اپنے شوہر کیلئے حلال نہ رہے مثلاً وہ اپنی رضامندی سے اپنے سسر کے ساتھ بدکاری میں مبتلا ہو جائے، جس کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان شرعاً جدائی ہو جائے، تو اس کی عدت کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم نہیں، البتہ اگر سسر نے زبردستی اس سے حرام کاری کی ہو تو پھر اس کی عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہو گا۔ (بہشتی زیور ص ۲۸۷)

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"الأصل أن الفرقة متى كانت من جهة الزوج فلها النفقة، وإن كانت من جهة المرأة إن كانت بحق لها النفقة، وإن كانت بمعصية لا نفقة لها، وإن كانت بمعنى من جهة غيرها فلها النفقة" ②

نوٹ: یاد رہے کہ جب میاں بیوی سے کوئی ایسا کام ہو جائے، جس سے وہ ایک

---

① الفتاوى الهندية (۵۵۷/۱) (رشيدية)

② الفتاوى الهندية (۵۵۷/۱) (رشيدية)

دوسرے کیلئے حلال نہ رہیں تو پھر ان کا ایک ساتھ رہنا اور میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیکر یا یہ کہہ کر کہ اب تم میرے لیے حلال نہیں رہی، میں تم سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں، علیحدگی اختیار کر لے۔

مسئلہ ③ جو مرد اپنی بیوی سے کم از کم چار ماہ یا اس سے زائد مدت تک جماع (ہمبستری) نہ کرنے کی قسم کھالے، تو اسکو شریعت کی اصطلاح میں ایلاء کہتے ہیں، جس کا حکمِ شرعی یہ ہے کہ اگر چار ماہ کی مدت گزرنے سے پہلے پہلے اپنی بیوی سے جماع (ہمبستری) کر لے، تو پھر اسے اپنی قسم کا کفارہ دینا ضروری ہے ،اور اگر اس مدت میں اپنی بیوی سے جماع (ہمبستری) نہ کرے، تو پھر چار ماہ گزرنے سے اس کی بیوی پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی، لہٰذا اس کے بعد عدت کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔ (بہشتی زیور ص ۲۶۰،۲۸۱)

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"فلها النفقة فللملاعنة النفقة والسكنى والمبانة بالخلع والإيلاء وردة الزوج ومجامعة الزوج أمها تستحق النفقة" ①

مسئلہ ④ جب شوہر دینِ اسلام سے پھر کر (نعوذ باللہ) عیسائی یا یہودی وغیرہ ہوجائے تو اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی،اور اس پر عدت لازم ہوگی،اور اس عدت کے زمانہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا،اور اگر حکومتِ اسلامیہ شوہر کو قتل کر دے، تو عدت کا نفقہ شوہر کے ترکہ سے دیا جائے گا۔

مسئلہ ⑤ اور اگر عورت دینِ اسلام سے پھر کر عیسائی وغیرہ ہوجائے، تو اس کی عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں اور اگر وہ عدت کے ایام میں دوبارہ مشرف باسلام ہوجائے تب بھی عدت کے باقی دنوں کا خرچہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۲۸۷)

---

① الفتاوى الهندية (۱/۵۵۷) (رشيدية)

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

”الأصل أن الفرقة متى كانت من جهة الزوج فلها النفقة، وإن كانت من جهة المرأة إن كانت بحق لها النفقة، وإن كانت بمعصية لا نفقة لها، وإن كانت بمعنى من جهة غيرها فلها النفقة فللملاعنة النفقة والسكنى والمبانة بالخلع والإيلاء وردة الزوج ومجامعة الزوج أمها تستحق النفقة...... وإن ارتدت، أو طاوعت ابن زوجها، أو أباه أو لمسته بشهوة فلا نفقة لها استحسانا، ولها السكنى، وإن كانت مستكرهة فلا تسقط نفقتها كذا في البدائع“ ①

مسئلہ ⑥ جو عورت تین طلاق یا طلاقِ بائن کے بعد عدت کے دنوں میں دینِ اسلام سے (معاذ اللہ) پھر کر عیسائی وغیرہ ہوجائے، تو اگر اسلامی حکومت اس کو جیل میں ڈالدے، تو اس کی عدت کے باقی دنوں کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہوگا، اور اگر اسلامی حکومت اسے جیل میں نہ ڈالے یا اسلامی حکومت ہو ہی نہیں تو پھر عدت کے باقی دنوں کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔

اور اگر طلاقِ رجعی کے بعد دورانِ عدت دینِ اسلام سے پھر جائے تو پھر عدت کے باقی دنوں کا نفقہ شوہر کا ذمہ لازم نہیں ہوگا، خواہ اسلامی حکومت اسے حوالۂ جیل کرے یا نہ کرے۔

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

”وإن طلقها ثلاثا، ثم ارتدت، والعياذ بالله سقطت نفقتها إلا لعين الردة ولكن؛ لأنها تحبس حتى تتوب فلا تكون في بيت زوجها حتى لو ارتدت، ولم تحبس بعد بل هي في بيت زوجها فلها النفقة، فإن تابت ورجعت إلى بيته فلها النفقة لزوال العارض، وهو الحبس، وهذا إذا كان الطلاق ثلاثا أو بائنا، فأما المعتدة عن طلاق رجعي إذا ارتدت فحبست، أو لا فلا نفقة لها كذا في الكافي“ ②

---

① الفتاوى الهندية (۵۵۷/۱) (رشیدیہ)

② الفتاوى الهندية (۵۵۸،۵۵۷/۱) (رشیدیہ)

مسئلہ ⑦ جس عورت کا خاوند عِنّین (جسے اپنی بیوی سے جماع کرنے پر قدرت نہ ہو) ہو، ہر طرح کے علاج کے بعد بھی اسے صحت و تندرستی نہ ہو، اور اس کی بیوی قاضی کے فیصلے کے بعد علیحدگی اختیار کرلے، تو اس کی عدت کے زمانہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"فللملاعنة النفقة والسكنى والمبانة بالخلع والإيلاء وردة الزوج ومجامعة الزوج أمها تستحق النفقة، وكذا امرأة العنين إذا اختارت الفرقة" ①

مسئلہ ⑧ جس عورت کی عدت کا زمانہ لمبا ہو کہ اسے چار پانچ سال کے بعد ماہواری کا خون آتا ہو تو جب تک اسکی عدت ختم نہ ہو تب تک اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ ۱۳/۴۵۳)

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"وإن طالت العدة بارتفاع الحيض كان لها النفقة إلى أن تسير آيسة، وتنقضي عدتها بالأشهر" ②

مسئلہ ⑨ جو عورت عدتِ طلاق مہینوں کے حساب سے گزار رہی ہو، اور مہینوں کے حساب سے عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے اس کو حیض کا خون جاری ہوجائے، جو کہ اپنی کم از کم مدت یعنی تین دن اور تین رات تک جاری رہے، تو ایسی عورت کو اب حیض کے اعتبار سے عدت گزارنا ضروری ہوجاتا ہے، لہٰذا جب تک حیض کے حساب سے عدت ختم نہ ہو تب تک اس کا خرچہ اس کے شوہر کے ذمہ لازم ہوگا، البتہ اگر وہ حیض سے ناامید ہونے کی عمر کو پہنچ جائے اور ابھی تک حیض کے حساب سے عدت ختم نہ

---

① الفتاوى الهندية (۱/۵۵۷، ۵۵۸) (رشیدیہ)

② الفتاوى الهندية (۱/۵۵۷، ۵۵۸) (رشیدیہ)

ہوتو پھر اسے مہینوں کے حساب سے عدت گزارنی پڑتی ہے جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے لکھی جا چکی ہے، لہٰذا جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک اس عورت کا خرچہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔ (بہشتی زیور ۲۶۰،۲۸۵)

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"وإن حاضت في الأشهر الثلاثة واستقبلت عدتها بالحيض فلها النفقة، وكذلك لو كانت صغيرة يجامع مثلها فطلقها بعد ما دخل بها أنفق عليها ثلاثة أشهر فإن حاضت فيها واستقبلت عدة الأقراء أنفق عليها حتى تنقضي عدتها كذا في البدائع" ①

مسئلہ ⑩ جو معتدۂ طلاق اپنے خاوند کے گھر بلاوجہ عدت نہ گزارے، اس کی عدت کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم نہیں، اور اگر وہ کسی عذر مثلاً عزت وعصمت کے خطرہ کے پیش نظر کسی اور جگہ عدت گزارے، تو پھر اس کے ایامِ عدت کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ (امداد الفتاوی ۲/۵۱۴)

مسئلہ ⑪ اسی طرح جو عورت کسی اجنبی مرد کے ساتھ چلی (بھاگ) جائے اور پھر خاوند اسے طلاق دیدے یا اپنی رضامندی سے اسے خلع دیدے اور وہ بلاوجہ عدت شوہر کے گھر کے بجائے کسی اور جگہ گزارنے لگے تو اس کے عدت کے دنوں کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ۱۳/۴۶۷)

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"والمعتدة إذا كانت لا تلزم بيت العدة بل تسكن زمانا وتبرز زمانا لا تستحق النفقة كذا في الظهيرية" ②

مسئلہ ⑫ جو عورت اپنے خاوند سے اس کی رضامندی سے خلع لے لے تو اس کے ایامِ عدت کا خرچ بھی شوہر کے ذمہ لازم ہے۔

---

① الفتاوی الهندیہ (۵۵۸/۱، ۵۵۸) (رشیدیہ)

② الفتاوی الهندیہ (۵۵۸/۱، ۵۵۸) (رشیدیہ)

یاد رہے کہ آجکل جو عدالت سے شوہر کی رضامندی کے بغیر یکطرفہ خلع کا فیصلہ لیا جاتا ہے، یہ شرعاً صحیح نہیں، اس کی وجہ سے عورت اپنے شوہر کے نکاح سے آزاد نہیں ہوتی، لہٰذا خلع کے معاملات علمائے کرام سے پوچھ کر حل کیے جائیں۔ (فتاوی محمودیہ ۱۳/۴۳۷)

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"وإن كانت بمعنى من جهة غيرها فلها النفقة فللملاعنة النفقة والسكنى والمبانة بالخلع والإيلاء" ①

مسئلہ ⑬ جس عورت کا نکاح صحیح نہ ہوا ہو مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح ہوا ہو اور پھر اس کا شوہر اسے طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہوجائے یا وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوڑ کر علیحدگی اختیار کرلیں، تو اس کی عدت کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ۱۱/۱۴۰)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"فإن كانت معتدة من نكاح فاسد فلا سكنى لها ولا نفقة ؛ لما ذكرنا أن حال العدة معتبرة بحال النكاح ولا سكنى ولا نفقة في النكاح الفاسد، فكذا في العدة منه" ②

مسئلہ ⑭ عدتِ وفات گزارنے والی عورت کا خرچ کسی پر لازم نہیں ہے، لہٰذا خاوند کے انتقال کے بعد اس کے ترکے میں سے اس کی بیوی کی عدت کے دنوں کا خرچ نکالنا جائز نہیں ہے، بس عورت اپنے خاوند کی جائیداد سے ملنے والے حصہ میں سے اپنے خرچ کا انتظام کرے، البتہ اگر خاوند کی جائیداد سے اس کو بہت ہی تھوڑا حصہ ملا ہو یا ورثاء نے اسے حصہ دیا ہی نہ ہو، تو

---

① الفتاوی الهنديه(۱/۵۵۸، ۵۵۸)(رشيديه)

② بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالكاسانی(۳/ ۳۳٤)(رشيديه كوئٹه)

پھر اگر اس کے بالغ بیٹے ہوں اور وہ کما بھی سکتے ہوں، تو اس کا خرچہ ان پر لازم ہے، ورنہ عورت کے باپ یا اس کے بھائیوں پر خرچ لازم ہوگا، جس کی تفصیل مستند مفتیان کرام سے پوچھ لی جائے۔

(کفایت المفتی (۹/۸۵) (بہشتی زیور ۲۸۷)

چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"لا نفقة للمتوفی عنها زوجها سواء کانت حاملا ، أو حائلا" ①

معتدۂ طلاق کی اولاد کا نفقہ

جس عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دیدی ہو اور اس کی بالغ یا نابالغ اولاد بھی ہو تو اس کے خراجات کے بارے میں تفصیل درجِ ذیل ہے۔

مسئلہ ① اگر اولاد نابالغ ہو اور ان کی اپنی ملکیت میں مال وجائیداد اور نقدی وغیرہ کچھ نہ ہو، تو ان کے اخراجات شوہر (باپ) کے ذمہ لازم ہیں، اور اگر ان (نابالغ اولاد) کی ملکیت میں اتنا مال وجائیداد ہو کہ اس سے اخراجات پورے ہو سکتے ہوں، تو پھر ان کے اخرجات شوہر (باپ) کے ذمہ لازم نہیں، ان کے اپنے مال سے اخراجات نکالے جائیں گے۔ (فتاوی محمودیہ ۱۳/۴۶۷)

مسئلہ ② جب یہ نابالغ اولاد بالغ ہوجائے تو نرینہ اولاد (مذکر اولاد) اگر کمانے پر قادر ہو یا کمانے پر قادر نہ ہو مگر ان کی اپنی ملکیت میں مال وجائیداد ہو، جس سے وہ اپنے اخراجات وغیرہ کر سکتے ہوں، تو پھر ان کے خراجات شوہر (باپ) کے ذمہ لازم نہیں، اور اگر وہ کسی مرض مثلاً فالج وغیرہ یا علمِ دین کی تحصیل میں مشغولی کی وجہ سے کما نہ سکتے ہوں اور ان کی اپنی ملکیت میں مال وجائیداد بھی نہ ہو تو پھر ان کے اخراجات شوہر (باپ) کے ذمہ لازم ہوں گے۔

(احسن الفتاوی ۵/۴۶۳)

---

① الفتاوی الهندیہ (۱/۵۵۷، ۵۵۸) (رشیدیہ)

مسئلہ ③ لڑکیوں کی جب تک شادی نہ ہوجائے تب تک ان کے اخراجات باپ پر لازم ہیں، بشرطیکہ ان کی اپنی ملکیت میں مال وجائیداد نہ ہو۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۶۳)

مسئلہ ④ اخراجات میں نقدی دینا ضروری نہیں، سامان وغیرہ خرید کر دینے سے بھی ذمہ داری ادا ہوجاتی ہے۔ (فتاوی محمودیہ ۱۳/۴۶۸)

مسئلہ ⑤ اور اگر معتدہ نے اپنی اولاد کا خرچ خود برداشت کیا ہو، تو اگر شوہر کی اجازت اور اس کی رضامندی یا مسلمان قاضی کے حکم سے ہو، تب تو شوہر سے ان اخراجات کا مطالبہ کرنا صحیح ہے، اور شوہر کے ذمہ ان اخراجات کو ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر شوہر کی اجازت یا مسلمان قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کرتی رہی ہو تو پھر شوہر کے ذمہ اس کی ادائیگی لازم نہیں۔

(کفایت المفتی (۹/ ۹۳، ۹۲)

آٹھواں باب

عدت میں اولاد کی پرورش کا بیان

پرورش کسے کہتے ہیں؟

عربی زبان میں پرورش کو حضانت کہا جاتا ہے، لفظِ حضانت حَضن سے ماخوذ ہے، اور حضن عربی میں دو معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

① علیحدہ کرنا، الگ کرنا۔ ② گود میں لینا، پہلو میں لینا، سینے سے لگانا۔

اور شریعت کی اصطلاح میں حضانت (پرورش) کا مفہوم یہ ہے کہ نابالغ لڑکا یا لڑکی یا وہ کم عقل بالغ لڑکے اور لڑکیاں جن میں تمیز اور سمجھ بوجھ کی صلاحیت نہ ہو، ان کی پرورش، ان کی مصلحتوں کی نگرانی، نقصان دہ اشیاء سے ان کی حفاظت، اور ان کی ایسی جسمانی، نفسیاتی اور عقلی تربیت کہ وہ ان کی زندگی کے تقاضوں کی تکمیل کر سکے، اور ان میں اپنی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔ (قاموس الفقہ ۳/ ۲۶۲)

چنانچہ علامہ وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

''معنى الحضانة: الحضانة لغة مأخوذة من الحضن: وهو الجنب، وهي الضم إلى الجنب. وشرعاً: هي تربية الولد لمن له حق الحضانة. أو هي تربية وحفظ من لا يستقل بأمور نفسه عما يؤذيه لعدم تمييزه، كطفل وكبير مجنون. وذلك برعاية شؤونه وتدبير طعامه وملبسه ونومه، وتنظيفه'' ①

اولاد کی پرورش کی فضیلت

ماں باپ کو اولاد کی تربیت میں جو مشقتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں، اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر ہے، چنانچہ قرآن وسنت میں اولاد کی پرورش پر ماں باپ کیلئے جو انعامات بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے اولاد کو یہ تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

② ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے عمر اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔

③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا، تو یہ بیٹیاں اس کیلئے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔ (الصحیح لمسلم (رقم الحدیث ۶۸۶۲)

④ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ دو لڑکیوں کا بار اٹھائے اور ان کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ہونگے، راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

① الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷۲۹۵/۱۰ (رشیدیہ)

کہتے ہیں: کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو بالکل ملا کر دکھایا (یعنی کہ جس طرح یہ انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، اسی طرح میں اور وہ شخص بالکل ساتھ ہونگے) (الصحیح لمسلم (رقم الحدیث ۶۸۶۴)

⑤ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس بندے نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو ہی بیٹیوں یا بہنوں کا بوجھ اٹھایا اور ان کی اچھی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح بھی کر دیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بندے کیلئے جنت کا فیصلہ ہے۔

(سنن ابی داود، رقم الحدیث ۵۱۴۹)

ان حدیثوں میں نبی کریم ﷺ نے لڑکیوں کی پرورش اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک پر جنت کے داخلہ اور دوزخ سے نجات کا اعلان فرمایا ہے اور یہ بھی انتہائی خوشخبری سنائی ہے کہ لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے مسلمان قیامت کے دن اس طرح میرے قریب اور بالکل میرے ساتھ ہوں گے جس طرح ایک ہاتھ کی باہم ملی ہوئی انگلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔

اور چونکہ زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو عار تصور کیا جاتا تھا اور اس کا حق یہ بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اس کو زندہ رہنے دیا جائے، بہت سے سنگ دل خود اپنے ہاتھوں اپنی بچی کا گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیتے تھے یا اس کو زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے، جیسا کہ اس وقت بعض علاقوں میں جاہل لوگ بیٹیوں کی پیدائش پر افسردہ ہوتے ہیں، نیز لڑکے باہر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے کی اور اسی طرح ان سے مال وغیرہ کے کمانے کی امید بھی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی پرورش اور تربیت میں کوتاہی کا اندیشہ کم ہوتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے لڑکیوں کی پرورش اور ان کی تربیت کے بارے میں خاص طور سے فضائل بیان فرمائے ہیں، اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ لڑکوں کی پرورش اور ان کی تربیت پر کوئی اجر وثواب نہیں۔

(معارف الحدیث ۶/۲۷۶)

اولاد کی پرورش کا حقدار کون ہے ؟

اولاد کی پرورش کا اصل حق عورتوں کو ہے کیونکہ عورتیں فطری طور پر نرم دل، مہربان اور بچوں کی طبعی صلاحیت کو جانتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کا جتنا خیال رکھ سکتی ہیں اتنا حضراتِ مرد خیال نہیں کر سکتے، البتہ عورتوں کو یہ حق بچوں کی ایک عمر تک پہنچنے تک رہتا ہے، اس کے بعد پرورش کا حق مردوں کو ملتا ہے، ذیل میں ہر ایک کی تفصیل اور ترتیب ذکر کی جاتی ہے، عورتوں میں پرورش کے حق کی ترتیب یہ ہے:

① کہ پرورش کا سب سے پہلا حق بچوں کی ماں کو ہے، ماں کے ہوتے ہوئے کسی اور عورت کو پرورش کا حق نہیں۔

② اور اگر بچوں کی ماں نہ ہو یا کسی وجہ سے اسے حقِ پرورش شرعاً نہ ملتا ہو یا وہ اپنے بچوں کی پرورش نہ کرتی ہو، تو پھر بچوں کی پرورش کا حق اس خاتون کو ہے، جو ماں کے رشتہ کے اعتبار سے بچوں کے زیادہ قریب ہو، چنانچہ ماں کے بعد بچوں کی نانی یا پر نانی کو پرورش کا حق ہے۔

③ اور اگر بچوں کی نانی یا پر نانی نہ ہو یا کسی وجہ سے اسے حقِ پرورش شرعاً نہ ملتا ہو یا وہ بچوں کو لینے اور ان کی پرورش سے انکار کر دے، تو پھر بچوں کی پرورش کا حق ان کی دادی کو ہے، دادی نہ ہو تو پر دادی کو پرورش کا حق ہے۔

④ اور اگر بچوں کی دادی یا پر دادی نہ ہو یا کسی وجہ سے اسے حقِ پرورش شرعاً نہ ملتا ہو، تو پھر بچوں کی بہن کو پرورش کا حق ہے، البتہ اگر کسی کی کئی بہنیں ہوں، کچھ ماں شریک اور کچھ باپ شریک اور کچھ ماں باپ دونوں شریک، تو پھر ماں باپ شریک بہن (سگی بہن) حقِ پرورش کے اعتبار سے مقدم ہوگی، اور اس کے بعد ماں شریک اور اس کے بعد باپ شریک بہن کو حقِ پرورش حاصل ہوگا۔

⑤ اور اگر بچوں کی بہنیں نہ ہوں یا کسی وجہ سے انہیں حقِ پرورش شرعاً نہ ملتا ہو یا وہ پرورش کرنے سے انکار کر دیں تو پھر بچوں کی پرورش کا حق ان کی خالہ کو ہو گا۔

⑥ اور اگر بچوں کی خالہ نہ ہو یا کسی وجہ سے اسے حقِ پرورش شرعاً نہ ملتا ہو، تو پھر بچوں کی پھوپھیوں کو حقِ پرورش ملے گا، اور ان خالہ اور پھوپھیوں میں بھی حقِ پرورش ملنے کے اعتبار سے وہی ترتیب ہے، جو بچوں کی بہنوں میں ہے کہ سب سے پہلے ماں باپ شریک خالہ پھوپھیوں کو پرورش کا حق ہو گا، اس کے بعد صرف ماں شریک خالہ یا پھوپھیوں کو اور اس کے بعد صرف باپ شریک خالہ یا پھوپھیوں کو۔
(بہشتی زیور ص ۲۶۳)

⑦ اور اگر بچوں کی رشتہ دار خواتین میں سے کوئی بھی پرورش کی مستحق نہ ہو تو پھر بچوں کے مرد رشتہ داروں کو پرورش کا حق ملے گا اور ان رشتہ داروں میں جو بچوں کا وارث ہونے کے اعتبار سے مقدم ہو گا وہی سب سے پہلے حقِ پرورش کا ذمہ دار ہو گا، چنانچہ مردوں میں سب سے پہلے بچوں کی پرورش کا حق ان کے باپ کو ہے۔

⑧ اور اگر بچوں کا باپ نہ ہو تو پھر پرورش کا حق بچوں کے دادا کو ہو گا اور اگر دادا نہ ہو تو پھر پردادا کو پرورش کا حق ہو گا۔

⑨ اور دادا اور پردادا کے نہ ہونے کی صورت میں پرورش کا حق سگے بھائیوں کو ہو گا اور اگر سگے بھائی نہ ہوں تو پھر سوتیلے بھائیوں کو پرورش کا حق ہو گا، البتہ ان سوتیلے بھائیوں میں ماں شریک بھائیوں کو پرورش کا حق پہلے ملے گا اور صرف باپ شریک بھائیوں کو بعد میں ملے گا۔

⑩ اور اگر بھائی نہ ہو تو پھر پرورش کا حق بھتیجے کو ملے گا، اس کے بعد بھتیجے کے بیٹے کو اور اس کے بعد بھتیجے کے پوتے کو پرورش کا حق ہو گا۔

⑪ اور اگر یہ لوگ نہ ہوں تو پھر بچوں کی پرورش کا حق ان کے سگے چچا کو ہے اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں پرورش کا حق سوتیلے چچا (باپ کا سوتیلا بھائی)

کو ہے اور اگر یہ نہ ہوں، تو پھر ان کی اولاد یعنی سگے چچا کا بیٹا، اور اسکے نہ ہونے کی صورت میں سگے چچا کا پوتا، اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں سوتیلے چچا کا بیٹا اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں سوتیلے چچا کے پوتے کو پرورش کا حق ہے۔
یاد رہے کہ چچازاد بھائی کو پرورش کا حق تب ہوگا جب کہ جس کی پرورش کی جارہی ہو وہ لڑکا ہو لڑکی نہ ہو۔

⑫ اور ان سب کے نہ ہونے کی صورت میں بچوں کی پرورش کا حق باپ کے چچا کو ہوگا اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں ان کی اولاد کو پرورش کا حق ہوگا۔

⑬ اور اگر کسی جگہ ایک درجہ کے ایک سے زیادہ پرورش کے مستحق افراد موجود ہوں اور ان میں سے ہر ایک بچے کی پرورش کا خواہشمند ہو تو پھر ان میں سے جو زیادہ دیندار ہو یا جو زیادہ عمر کا ہو اسے پرورش کا حق ہوگا۔ (بہشتی زیور ۲۶۲، ۲۳۹)
چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وأما بيان من له الحضانة فالحضانة تكون للنساء في وقت وتكون للرجال في وقت والأصل فيها النساء ؛ لأنهن أشفق وأرفق وأهدى إلى تربية الصغار ثم تصرف إلى الرجال... فأحق النساء من ذوات الرحم المحرم بالحضانة الأم ... ثم أم الأم ثم أم الأب...... ثم الأخوات فأم الأب أولى من الأخت ؛ لأن لها ولادا فكانت أدخل في الولاية وكذا هي أشفق . وأولى الأخوات الأخت لأب وأم ثم الأخت لأم ثم الأخت لأب“ ①

⑭ اگر کسی بچہ کی ماں نہ ہو تو اس کی نانی پرورش کی حقدار ہے، نانا نہیں، لہٰذا نانی کے انتقال کرجانے کی صورت میں نانا کو پرورش کا شرعاً حق نہیں، اور اسی طرح ماں نانی اور دادی کے نہ ہونے کی صورت میں بچہ کی پرورش کا حق اس کی بہن کو ہے، دادا وغیرہ کو نہیں۔ (خواتین کے مسائل (۲/۲۷۴))

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ٤٥٦)(رشیدیہ کوئٹہ)

حقِ پرورش کے شرائط

حقِ پرورش کی کچھ شرائط وہ ہیں جو عورتوں اور مردوں دونوں کیلئے ضروری ہیں، کچھ شرائط صرف مردوں کیلئے ضروری ہیں، اور کچھ شرائط صرف عورتوں کیلئے ضروری ہیں، اور کچھ شرائط وہ ہیں جو اس کیلئے ضروری ہیں، جس کی پرورش کی جارہی ہے، ذیل میں سب سے پہلے وہ شرائط ذکر کی جاتی ہیں، جن کا اس بچہ یا بچی میں پایا جانا ضروری ہے، جس کی پرورش کی جارہی ہو، اس کے بعد ان شرائط کو ذکر کیا جائے گا، جن کا پرورش کرنے والے مردوں اور عورتوں دونوں میں پایا جانا ضروری ہے، اس کے بعد ان شرائط کو ذکر کیا جائے گا، جن کا صرف پرورش کرنے والی عورتوں میں پایا جانا ضروری ہے، اس کے بعد ان شرائط کو ذکر کیا جائے گا، جن کا صرف پرورش کرنے والے مردوں میں پایا جانا ضروری ہے۔

شروط المحضون (جس کی پرورش کی جارہی ہو اس کی شرائط)

حقِ پرورش کیلئے ضروری ہے کہ جس کی پرورش کی جائے وہ نابالغ ہو اور اگر بالغ ہو تو عقل و ہوش کے اعتبار سے متوازن نہ ہو، بالغ سمجھدار لڑکے اور لڑکیاں، والدین میں سے جس کے ساتھ رہنا چاہیں، رہ سکتے ہیں۔

چنانچہ الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

"شروط المحضون: المحضون: هو من لا يستقل بأمور نفسه عما يؤذيه لعدم تمييزه كطفل، وكبير مجنون أو معتوه، فلا تثبت الحضانة إلا على الطفل أو المعتوه. أما البالغ الرشيد فلا حضانة عليه" ①

① الفقہ الاسلامی وادلتہ (۷۳۰۴/۱۰) (رشیدیہ)

پرورش کرنے والے مردو عورت کی مشترکہ شرائط

پرورش کرنے والے مرد اور خواتین میں درجِ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، ان میں سے کوئی ایک شرط اگر نہیں پائی گئی تو پھر پرورش کا حق ان کو نہیں ملے گا۔

① پرورش کرنے والے مرد وعورت کی مشترکہ شرائط میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ پرورش کرنے والا بالغ ہو، نابالغ کو شرعاً پرورش کا حق نہیں، اگرچہ وہ سمجھدار ہو۔

② دوسری شرط یہ ہے کہ پرورش کرنے والا عاقل ہو، جو عقل اور ہوش کے اعتبار سے متوازن نہ ہو اسے شرعاً پرورش کا حق نہیں۔

③ تیسری شرط یہ ہے کہ پرورش کرنے والی خاتون یا مرد بچے کی پرورش پر قادر ہو، اس کی صحت اور اس کی ضروریات وغیرہ کی دیکھ بھال کرسکتا ہو، کسی بیماری یا بہت بڑھاپے اور کسی ملازمت وغیرہ میں مشغولیت کی وجہ سے بچے کی پرورش سے عاجز نہ ہو، پس جو مرد وخواتین حضرات ملازم پیشہ ہیں یا وہ کسی اور کام میں دن رات مصروف رہتے ہیں اور ان کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ بچے کی پرورش اور اس کی دیکھ بھال کرسکیں اور نہ ہی وہ ان کی پرورش اور ان کی دیکھ بھال کسی اور سے کرواسکتے ہیں، تو ایسے حضرات کو شرعاً بچوں کی پرورش کا حق نہیں، البتہ اگر اپنی نگرانی میں اپنا کوئی ملازم وغیرہ رکھ لیں جو ان بچوں کی پرورش کرتا ہے اور خود اس کی نگرانی کرتے رہیں، تب یہ حضرات شرعاً بچوں کی پرورش کے حقدار ہیں۔

④ پرورش کرنے والا مرد یا عورت اگر پیشہ ور فاسق وفاجر ہو، جس کی وجہ سے اس کے زیرِ پرورش بچوں کے غلط راہ پر پڑنے کا قوی اندیشہ ہو، تو وہ شرعاً بچوں کی پرورش کا حقدار نہیں۔

چنانچہ الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

”يشترط في الحاضن من النساء والرجال ما يأتي: البلوغ: فلا حضانة للصغير ولو كان مميزا..... العقل: فلا حضانة للمجنون

والمعتوه؛ ..القدرة على تربية المحضون:... فلا حضانة للعاجز لكبر سن أو مرض أو شغل. فالمرأة المحترفة أو العاملة إن كان عملها يمنعها من تربية الصغير والعناية بأمره، لا تكون أهلاً للحضانة. وإن كان عملها لا يحول دون رعاية الصغير وتدبير شؤونه، لا يسقط حقها في الحضانة. ..؛ لأن الواحدة منهن تستطيع إدارة أمر الطفل بنفسها وبالتعاون مع قريبتها أو النائبة عنها.... الأمانة على الأخلاق: فلا حضانة لغير أمين على تربية الولد وتقويم أخلاقه، .. لكن قيد ابن عابدين الفسق المانع من حضانة الأم بكونه فسقاً يضيع به الولد، فيكون لها حق الحضانة ولو كانت معروفة بالفجور، ما لم يصبح الولد في سن'' ①

کونسی خاتون پرورش کرسکتی ہے؟

① پرورش کرنے والی خاتون کی خاص شرط یہ ہے کہ وہ بچہ کی محرم رشتہ دار ہو۔(محرم اس رشتہ دار کو کہا جاتا ہے جس سے نکاح نہ ہوسکتا ہو)

② پرورش کرنے والی خاتون نے کسی ایسے مرد سے نکاح نہ کیا ہو، جو اس کے زیرِ پرورش بچہ کا محرم نہ ہو، اگر ایسے اجنبی یا قریبی شخص سے نکاح کرلیا ہے جو اس کے زیرِ پرورش بچہ کا محرم نہیں ہے، تو اس کا حقِ پرورش ختم ہوجائے گا، البتہ اگر عورت کا نیا شوہر بچہ کا محرم ہو، جیسے بچہ کے چچا سے نکاح کرلے یا بچہ کی نانی اس کے دادا سے نکاح کرلے، تو اس کے حقِ پرورش پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

③ مسلمان خاتون اسلام کو چھوڑ کر قادیانی وغیرہ نہ ہوگئی ہو۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

---

۱ الفقہ الاسلامی وادلتہ(۷۳۰۴/۱۰)(رشیدیہ)

"فمن شرائطها أن تكون المرأة ذات رحم محرم من الصغار.... ومنها أن لا تكون ذات زوج أجنبي من الصغير فإن كانت فلا حق لها في الحضانة...... حتى لو تزوجت بذي رحم محرم من الصبي لا يسقط حقها في الحضانة كالجدة إذا تزوجت بجد الصبي أو الأم تزوجت بعم الصبي.....ومنها: عدم ردتها حتى لو ارتدت عن الإسلام بطل حقها في الحضانة" ①

کونسے مرد بچوں کی پرورش کرسکتے ہیں؟

① پرورش کرنے والے مرد حضرات کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ اگر اس کے زیرِ پرورش لڑکی ہو تو وہ اس کا محرم ہو، اور اگر محرم نہ ہو تو اسے پرورش کا حق نہیں۔

② پرورش کرنے والے مرد کیلئے ضروری ہے کہ وہ امین اور قابلِ اعتماد ہو، یہاں تک کہ اگر پرورش کرنے والا بھائی اور چچا ہو، مگر فسق وخیانت کی وجہ سے اس پر اطمینان نہ ہو تو اسے حقِ پرورش نہیں ملے گا۔

چنانچہ علامہ وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

"يشترط في الرجل الحاضن أيضاً ما يأتي:..أن يكون مَحْرماً للمحضون إذا كان أنثى مشتهاة......الفسق أو قلة دينه من الحضانة، بأن كان غير مأمون على الولد" ②

حقِ پرورش کس وجہ سے ختم ہوجاتا ہے؟

درجِ ذیل وجوہ کی وجہ سے پرورش کا حق شرعاً ختم ہوجاتا ہے:

① پرورش پانے والے بچہ کے نامحرم سے نکاح کرلیا جائے۔ (احسن الفتاوی ۴۵۹/۵)

---

① بدائع الصنائع لابی بکر الکاسانی ۴۵۷/۳

② الفقہ الاسلامی وادلتہ (۷۳۰٤/۱۰)(رشیدیہ)

② بچہ کی پرورش پر اجرت کا مطالبہ کیا جائے جبکہ بچہ کے رشتہ داروں میں سے کوئی محرم عورت بغیر اجرت کے پرورش پر راضی ہو۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۵۹)

③ ملازمت یا کوئی اور کسب وغیرہ کی وجہ سے بہت زیادہ باہر جانا پڑتا ہو جس سے بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۵۹)

④ وہ کسی ایسے فسق وفجور میں مبتلا ہو کہ اس سے بچہ کے بگڑنے اور ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۵۹)

⑤ اگر کوئی مسلمان عورت خدانخواستہ قادیانی یا کوئی اور مذہب اختیار کر لے یا کوئی ایسا کام یا ایسی بات کہہ دے، جس سے وہ مسلمان نہ رہے، تو جب تک دوبارہ مسلمان نہ ہو تب تک اسے اپنے بچوں کی پرورش کا حق نہیں ہوگا۔
(احسن الفتاوی ۵/۴۵۹)

:::: نوٹ ::::

① اگر پرورش کرنے والی خاتون فسق وفجور میں مبتلا ہو اور اس کے پاس بچہ کے بگڑنے اور ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اس کے پاس اتنی عمر تک بچہ کو چھوڑا جائے، جس میں برے اخلاق سے متاثر ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔
(احسن الفتاوی ۵/۴۵۹)

② اور کافرہ عورت کے پاس اتنی عمر تک بچہ کو چھوڑا جائے، جس میں اس کے دین سے متاثر ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ (احسن الفتاوی ۵/۴۵۹)

حقِ پرورش کی مدت

علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بچہ کی ولادت کے بعد ہی اس کی پرورش کی مدت کا آغاز ہو جاتا ہے، اور یہ پرورش کا حق کب تک رہتا ہے؟ اس میں درجِ ذیل تفصیل ہے:

① اگر پرورش کرنے والی ماں، نانی اور دادی میں سے کوئی ایک ہو تو لڑکا ان کے ہاں

اس وقت تک زیرِ پرورش رہے گا، جب تک کہ خود اس میں کھانے، پینے، استنجاء کرنے اور کپڑے پہننے وغیرہ کی صلاحیت نہ پیدا ہوجائے، اور چونکہ عام طور پر سات سال کی عمر میں لڑکے میں کھانے پینے اور کپڑے وغیرہ پہننے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، اس لیے سات سال کی عمر تک لڑکا اپنی ماں یا نانی یا دادی کے زیرِ پرورش رہے گا، سات سال کے بعد چونکہ لڑکوں کو تہذیب وثقافت اور آداب واخلاق سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے سات سال کے بعد لڑکے کو باپ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

(۲) اور لڑکیاں ظاہر الروایۃ کے مطابق بالغ ہونے تک ان کے زیرِ پرورش رہیں گی، اس کے بعد باپ کے حوالہ کر دی جائیں گی، مگر مفتیٰ بہ بات یہ ہے کہ لڑکیاں اپنی ماں اور نانی یا دادی کے پاس نو سال تک پرورش میں رہیں گی۔ (بہشتی زیور ۲۶۳)

(۳) اور اگر بچہ ماں یا دادی اور نانی کے علاوہ کسی اور رشتہ دار خاتون کے ہاں پرورش پا رہا ہو، تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو ماں اور نانی کے پاس پرورش کا ہے کہ لڑکا تو اس کے ہاں سات سال کی عمر تک پرورش پائے گا، اس کے بعد اسے باپ وغیرہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

(۴) اور نابالغ بچی اس عمر تک ان کی زیرِ پرورش رہے گی جب تک مردوں کو اس کی طرف شہوت کے ساتھ میلان نہ ہو، اور شہوت کے ساتھ میلان ہونے کی عمر کا اندازاً نو سال کا ہے، لہٰذا نو سال کے بعد لڑکی کو اس کے باپ وغیرہ کے حوالے کیا جائے گا۔ (بہشتی زیور ۲۶۳) (کفایت المفتی ۹/۶۵)

چنانچہ الدر المختار میں ہے:

”والحاضنة) أما، أو غيرها (أحق به) أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب. ولو اختلفا في سنه، فإن أكل وشرب ولبس واستنجى وحده دفع إليه ولو جبرا وإلا لا (والأم والجدة) لأم، أو لأب (أحق بها) بالصغيرة (حتى

تحيض) أي تبلغ في ظاهر الرواية (وعن محمد أن الحكم في الأم والجدة كذلك) وبه يفتى لكثرة الفساد زيلعي‘‘ ①

پرورش کس جگہ کی جائے؟

بچہ کی پرورش کس جگہ کی جانی چاہیے؟ کیا عورت بچہ کو اپنے ساتھ اپنے علاقہ وغیرہ میں لے جاسکتی ہے؟ سو اس میں تفصیل درجِ ذیل ہے:

① اگر میاں بیوی کے درمیان رشتۂ نکاح باقی ہو تو ظاہر بات ہے کہ بچہ کی پرورش اسی جگہ کی جائے گی جہاں میاں بیوی رہتے ہیں، نہ تو تنہا شوہر کو بلا ضرورت اس جگہ سے بچہ لے جانے کی شرعاً اجازت ہوگی اور نہ ہی عورت کو۔ (فتاوی حقانیہ ۴/۴۲۷)

اور اگر میاں بیوی کے درمیان رشتۂ نکاح باقی نہ ہو اور عورت کی عدت بھی گزر چکی ہو تو پھر اس صورت میں عورت بچہ کو اپنے ساتھ لے جاسکتی ہے؟ اس میں علامہ کاسانیؒ کے بیان کے مطابق درجِ ذیل تفصیل ہے:

کہ اگر عورت دارالحرب کی رہنے والی ہو تو وہ بچہ کو اپنے ساتھ دارالحرب میں نہیں لے جاسکتی۔ اور دارالحرب سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں احکامِ اسلام اور اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی قدرت نہ ہو۔ (احسن الفتاوی (۶/۲۷)

(فتاوی حقانیہ ۴/۴۲۷)

② عورت ایسی معمولی مسافت پر بچہ کو لے جاسکتی ہے کہ باپ آسانی کے ساتھ روز اپنے بچہ کو دیکھ کر واپس آسکے۔

③ اور اگر عورت بچہ کو دوسرے شہر لے جانا چاہتی ہو اور وہ شہر بہت دور کی مسافت پر ہو تو اگر وہ شہر ایسا ہے کہ عورت کا میکہ وہاں رہتا ہے اور اسی شہر میں اس مرد کے ساتھ عورت کا نکاح بھی ہوا ہے، تب تو عورت بچہ کو اپنے ساتھ لے جاسکتی ہے، مثال کے طور پر زید کراچی کا رہنے والا ہے اور ہندہ لاہور کی زید نے ہندہ

---

① الدرالمختار لعلاء الدین الحصکفیؒ (۵٦٦/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

سے لاہور میں نکاح کیا اور اس کے بعد طلاق ہوگئی، اور ہندہ کے گھر والے لاہور میں رہتے ہیں، تو ہندہ اپنے ہاں پرورش پانے والے بچہ کو اپنے ساتھ لے جا سکتی ہے۔
اور اگر عورت کا میکہ (ماں باپ) وہاں رہتا ہو، مگر اس شہر میں اس مرد کے ساتھ اس عورت کا نکاح نہ ہوا ہو یا اس مرد کے ساتھ نکاح تو وہاں ہوا ہو، مگر عورت کا میکہ وہاں نہ رہتا ہو، تو ان دونوں صورتوں میں عورت کو اپنے ساتھ بچہ لے جانے کی شرعاً اجازت نہیں۔

(۴) اور جو حکم اوپر بچہ کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانے کا ہے، یہی حکم دیہات میں رہنے والوں کا ہے۔

(۵) اور اگر ماں اپنے بچہ کو گاؤں لے جانا چاہے جبکہ اس کا شوہر شہر میں رہتا ہو تو اگر وہ گاؤں ایسا ہو کہ وہاں عورت کا میکہ تو رہتا ہو مگر اس مرد کے ساتھ اس کا نکاح اس گاؤں میں نہ ہوا ہو تو پھر عورت اپنے ساتھ بچہ کو اس گاؤں نہیں لے جا سکتی، اگرچہ یہ گاؤں شہر کے قریب ہو۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں :

”وأما بيان مكان الحضانة فمكان الحضانة مكان الزوجين إذا كانت الزوجية بينهما قائمة حتى لو أراد الزوج أن يخرج من البلد وأراد أن يأخذ ولده الصغير ممن له الحضانة من النساء له ذلك حتى يستغني عنها........ وأما إذا كانت منقضية العدة فأرادت أن تخرج بولدها من البلد الذي هي فيه إلى بلد فهذا على أقسام : إن أرادت أن تخرج إلى بلدها وقد وقع النكاح فيه ؛ فلها ذلك...... وإن وقع النكاح في غير بلدها لم يكن لها أن تنتقل بولدها إلى بلدها... أرادت أن تنقل الولد إلى بلد ليس ذلك ببلدها ولكن وقع النكاح فيه... ليس لها ذلك..... هذا إذا كانت المسافة بين البلدين بعيدة

، فإن كانت قريبة بحيث يقدر الأب أن يزور ولده ويعود إلى منزله قبل الليل فلها ذلك.... وأما أهل السواد فالحكم في السواد كالحكم في المصر في جميع الفصول إلا في فصل واحد"①

متفرقات

مسئلہ ① یاد رہے کہ حقِ پرورش صرف ماں کا حق نہیں، بلکہ اس کے بچہ کا بھی حق ہے، لہٰذا اگر کوئی عورت اس شرط پر خلع کرلے کہ اسے حقِ پرورش نہیں ہوگا تو خلع درست ہوجائے گا، لیکن یہ شرط کالعدم سمجھی جائے گی، اور عورت کا پرورش کا حق شرعاً باقی رہے گا۔ (مسائل بہشتی زیور ص ۵۵۴)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں :

"(قوله: ولا تقدر الحاضنة إلخ) اختلف في الحضانة، هل هي حق الحاضنة، أو حق الولد؟ فقيل بالأول فلا تجبر إذا امتنعت ورجحه غير واحد وعليه الفتوى. وقيل بالثاني فتجبر واختاره الفقهاء الثلاثة أبو الليث والهندواني وخواهر زاده، وأيده في الفتح بما في كافي الحاكم الشهيد الذي هو جمع كلام محمد من مسألة الخلع المذكورة. قال: فأفاد: أي كلام الحاكم أن قول الفقهاء جواب ظاهر الرواية. قال في البحر: فالترجيح قد اختلف، والأولى الإفتاء بقول الفقهاء الثلاثة. لكن قيده في الظهيرية بأن لا يكون للصغير ذو رحم محرم"②

مسئلہ ② اگر کوئی عورت اپنے بچہ کی خود پرورش نہ کرنا چاہیے اور بچہ کی بقا کیلئے

---

① بدائع الصنائع لابی بکر بن مسعودالکاسانی(۳/ ٤٦١، ٤٦٢)(رشیدیہ کوئٹہ)

② الدرالمختارمع ردالمحتارالمعروف بفتاوی الشامی(۳/۵۵۹)(ایچ ،ایم ،سعید)

ماں کا پرورش کرنا ضروری بھی نہ ہو، مثلاً وہ دوسری عورت کا بھی دودھ تھام لیتا ہو یا جانور کا دودھ لے لیتا ہو، تو پھر ماں کو پرورش پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور اگر وہ نہ تو کسی عورت کا دودھ لیتا ہو اور نہ جانور کا، تو پھر اس صورت میں ماں کو بچہ کی پرورش اور اس کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ (معارف القرآن (۱/۵۸۲))

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ﴾①

اور الدر مع رد المحتار میں ہے:

"(ولا تجبر) من لها الحضانة (عليها إلا إذا تعينت لها) بأن لم يأخذ ثدي غيرها أو لم يكن للأب ولا للصغير مال به يفتى .. عبارة البحر هكذا: وظاهر كلامهم أن الأم إذا امتنعت وعرض على من دونها من الحاضنات فامتنعت أجبرت الأم لا من دونها" ②

مسئلہ ③ اگر ماں اپنے بچہ کی پرورش اور اسے دودھ پلانے کی اجرت کا مطالبہ اپنے شوہر سے کرے تو اس میں تفصیل یہ ہے:

(الف) اگر یہ عورت اپنے شوہر کے نکاح یا اس کی عدتِ طلاق میں ہے، تو پھر اسے پرورش اور دودھ پلانے کی اجرت کے مطالبہ کا حق شرعاً نہیں اور نہ ہی وہ اجرت کی مستحق ہے، البتہ اس کا نان ونفقہ اور اسی طرح بچہ کی پرورش کے اخراجات شوہر (بچہ کے باپ) پر لازم ہونگے۔

(ج) اور اگر یہ عورت نہ تو اپنے شوہر کے نکاح میں ہو اور نہ ہی اس کی

---

① سورة البقرة (رقم الآیہ ۲۳۳)

② الدرالمختار مع ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی (۳/۵۵۹) (ایچ ،ایم ،سعید)

عدتِ طلاق گزار رہی ہو، تو پھر اسے بچہ کی پرورش اور اسے دودھ پلانے کی اجرت کے مطالبہ کا شرعاً حق ہے، البتہ اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ماں اتنے معاوضہ کا مطالبہ کرے کہ جتنا کوئی دوسری عورت لیتی ہے، اس سے زائد کا مطالبہ نہ کرے، اگر زائد اجرت کا مطالبہ کرتی ہے، تو پھر شوہر (بچہ کے باپ) کو شرعاً یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس (ماں) کی بجائے کسی اور انّا (عورت) سے پرورش اور بچہ کو دودھ پلوانے کا انتظام کرے۔ (معارف القرآن (۱/۵۸۲)

چنانچہ الدر مع رد المحتار میں ہے:

"(وتسحق) الحاضنة(أجرة الحضانة إذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لأبيه) وهي غير أجرة إرضاعه ونفقته كما في البحر عن السراجية خلافا لما نقله المصنف عن جواهر الفتاوي" ①

مسئلہ ④ ایامِ پرورش کے اخراجات کس پر لازم ہونگے؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ یا بچی کی اپنی ملکیت میں مال وجائیداد ہو تو ان کے اخراجات انہیں کے مال میں سے پورے کیے جائیں گے، ورنہ ان کے اخراجات ان کے باپ پر لازم ہونگے اور باپ کے نہ ہونے کی صورت میں اخراجات شرعاً اس پر لازم ہونگے جس کے ذمہ اس کا نان ونفقہ ہے، جیسا کہ اس کو معتدۂ طلاق کے نفقہ میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ۱۱/۹۰)

چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"(قوله: ثم حرر) أي الخير الرملي أن الحضانة كالرضاع أي في أنها لا أجر للأم فيها لو منكوحة، أو معتدة، وإلا فلها الأجرة من مال

---

① الدر المختار لعلاء الدين الحصكفيؒ (۵٦۰/۳)(ایچ ،ایم ،سعید)

الصغير إن كان له مال ، وإلا فمن مال أبيه ، أو من تلزمه نفقته ، هذا خلاصة ما حط عليه رأيه بعد كلام طويل ، وقد علمت تأييده بما نقلناه عن خط السائحاني“ ①

مسئلہ ⑤ اگر کوئی مطلّقہ (طلاق یافتہ) عورت اپنے بچہ کی پرورش کے اخراجات خود برداشت کرتی رہی ہو تو کیا وہ اپنے شوہر سے اس کا مطالبہ کرسکتی ہے؟ اور شوہر (بچہ کے باپ) پر اس کی ادائیگی لازم ہوگی؟ سو اس میں تفصیل یہ ہے :

(الف) اگر ان (میاں بیوی) کے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ عورت جو کچھ بچہ پر خرچ کرے گی، وہ شوہر (بچہ کے باپ) سے وصول کرے گی، تب تو معاہدہ کے مطابق بچہ کی پرورش پر ہونے والے تمام اخراجات کی ادئیگی شوہر کے ذمہ لازم ہوگی۔

(ب) اور اگر ان (میاں بیوی) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا، بلکہ عورت اپنی مرضی سے خرچ کرتی رہی ہو تو پھر اس صورت میں گزشتہ دنوں کے اخراجات کا مطالبہ کرنا درست نہیں اور نہ ہی شوہر (بچہ کے باپ) کے ذمہ اس کی ادائیگی ہے، بلکہ یہ ان کی طرف سے تبرّع اور احسان ہوگا، البتہ آئندہ کے اخراجات اس کے ذمہ لازم ہونگے، جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ (فتاوی محمودیہ ۱۳/ ۵۷۳) اور اگر کسی اور عورت یا مرد مثلاً نانا وغیرہ نے پرورش کے اخراجات برداشت کیے ہوں، تو انہیں بچہ کے باپ وغیرہ سے مطالبہ کا حق ہوگا؟ باپ وغیرہ کے ذمہ اس کی ادائیگی ضروری ہوگی؟ سو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو نمبر ۵ میں تفصیل سے لکھی جا چکی ہے۔ (فتاوی محمودیہ ۱۳/ ۵۷۵)

① ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی (۵٦۲/۳) (ایچ ،ایم ،سعید)

مسئلہ ⑥ اگر کسی عورت کا ناجائز بچہ پیدا ہوجائے تو اس کی پرورش وغیرہ اسی کے ذمہ ہے، اور اگر ماں کا انتقال ہوجائے یا وہ بچہ کو کہیں ڈال دے تو کوئی اور اس کی پرورش کرسکتا ہے، اس کی پرورش کرنا کوئی گناہ نہیں، البتہ اس بات کا خیال بہت ضروری ہے کہ اس بچہ کو اپنا بچہ نہ کہا جائے اور نہ ہی قومی شناختی کارڈ وغیرہ میں والد کے خانہ میں اس بچہ کی نسبت اپنی طرف کی جائے، کیونکہ ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے، حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کی بجائے کسی دوسرے شخص کی طرف منسوب کرے اور وہ یہ جانتا بھی ہو کہ یہ میرا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

(فتاوی دیوبند ۱۱/۹۰، ۹۱)(مشکوٰۃ)

ماں باپ کو بچے سے ملنے کا حق

① بچہ والدین میں سے کسی ایک کے پاس ہو تو دوسرے کو بچے سے روزانہ ایک مرتبہ ملنے کا اور خبر گیری کرنے کا حق ہے۔

② اور اگر بچہ والدین کے علاوہ کسی اور کے پاس ہو تو ماں باپ دونوں کو ایک مرتبہ روزانہ ملنے کا حق ہے۔

③ بچہ والدین میں سے کسی ایک کے پاس پرورش میں ہو تو اس پر شرعاً لازم نہیں کہ وہ بچہ کو دوسرے سے ملانے کیلئے بھیجے، بلکہ دوسرا خود آکر مل جائے، البتہ پرورش کرنے والا دوسرے کو ملنے سے شرعاً روک نہیں سکتا۔

(مسائلِ بہشتی زیور ص ۵۵۵)

نواں باب

عدت میں ثبوتِ نسب کا بیان

اس باب میں صرف ان مسائل کو لکھا جائے گا، جن کا تعلّق خاوند کی وفات یا اس کے طلاق دینے کے بعد عورت کو پیدا ہونے والے بچہ کے ثبوتِ نسب سے ہے کہ کس صورت میں وہ بچہ اپنے باپ کا کہلائے گا اور کس صورت میں نہیں؟ ثبوتِ نسب کی پوری بحث کو یہاں نہیں لکھا جائے گا۔

مسئلہ ① ثبوتِ نسب سے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ حمل کے پیٹ میں رہنے کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے، یعنی کم سے کم چھ مہینے بچہ پیٹ میں رہتا ہے، پھر بچہ پیدا ہوتا ہے، چھ مہینے سے پہلے صحیح سالم بچہ پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا نکاح کے چھ مہینے بعد پیدا ہونے والا بچہ اپنے باپ کا کہلائے گا، اسکو ناجائز اولاد کہنا اور اس کی وجہ سے عورت پر شک کرنا اور اس پر الزام لگانا کسی طرح جائز نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۲۶۱)

مسئلہ ② اور حمل کے پیٹ میں رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، دو سال سے زیادہ پیٹ میں بچہ شرعاً نہیں رہ سکتا۔ (بہشتی زیور ص ۲۶۱)

مسئلہ ③ شریعت کا اصول ہے کہ جہاں تک ہو سکے بچہ کو حرامی نہیں کہا جائے گا، جب بالکل مجبوری ہو جائے، تب اسے ناجائز اولاد کہا جائے گا۔ (بہشتی زیور ص ۲۶۱)

مسئلہ ④ جس آدمی نے اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی دی ہو اور طلاق کے بعد دو سال گزرنے سے پہلے پہلے بچہ پیدا ہو جائے اور بچہ پیدا ہونے سے پہلے عورت اپنی عدت کے گزرنے کا اقرار بھی نہ کرتی ہو، تو وہ بچہ اپنے باپ کا کہلائے گا، اس کو حرامی کہنا صحیح نہیں ہوگا، شرعاً اس کا نسب اپنے باپ سے صحیح ہوگا۔ اور طلاقِ رجعی اس طلاق کو کہا جاتا ہے جس سے نکاح فوراً ختم نہ

ہو بلکہ عدت گزرنے کے بعد ختم ہو جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو ایک طلاق دی ہے۔ (بہشتی زیور ص۲۶۱)

مسئلہ ⑤ اور اگر طلاق رجعی کے دو سال بعد بچہ پیدا ہوا اور بچہ پیدا ہونے سے پہلے عورت اپنی عدت کے ختم ہونے کا اقرار بھی نہ کرتی ہو، تو وہ بچہ بھی شرعاً پنے باپ کا کہلائے گا۔ اسے حرامی کہنا صحیح نہیں ہوگا، یوں سمجھا جائے گا کہ خاوند نے طلاقِ رجعی دینے کے بعد عدت میں عورت سے صحبت (ہمبستری) کر لی تھی، اور اس صحبت کی وجہ سے اس نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا تھا، لہٰذا بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ عورت شرعاً اس کی بیوی ہے، ان کا نکاح شرعاً ختم نہیں ہوا۔

مسئلہ ⑥ اور اگر عورت ان مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں بچہ پیدا ہونے سے پہلے اپنی عدت کے گزرنے کا اقرار کرتی ہو تو پھر وہ بچہ اپنے باپ کا نہیں کہلائے گا۔ (بہشتی زیور ص۲۶۱)

مسئلہ ⑦ اور اگر خاوند اپنی بیوی کو طلاقِ بائن دیدے اور طلاق کے بعد دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہو جائے اور بچہ پیدا ہونے سے پہلے عورت اپنی عدت کے ختم ہونے کا اقرار بھی نہ کرتی ہو، تو وہ بچہ اپنے باپ کا کہلائے گا۔

مسئلہ ⑧ اور اگر دو سال کے بعد بچہ پیدا ہو تو وہ حرامی ہوگا، البتہ اگر خاوند خود یہ دعوی کرلے کہ یہ بچہ میرا ہے، حرامی نہیں ہے، تب وہ بچہ اسی کا ہوگا، اور اس کا نسب شرعاً اسی سے ثابت ہوگا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ عدت کے اندر شوہر نے دھوکہ سے صحبت کر لی ہوگی، جس سے پیٹ میں حمل ہو گیا ہے۔

(بہشتی زیور ص۲۶۱)

مسئلہ ⑨ اگر ایسی نابالغ لڑکی کو طلاق رجعی مل جائے جو جوان ہونے کی عمر کے قریب قریب ہو اور پھر طلاق کے بعد پورے نو مہینے میں بچہ پیدا ہو جائے اور وہ لڑکی عدت کے اندر یعنی تین مہینے سے پہلے یہ اقرار نہ کرتی ہو کہ اسکے پیٹ

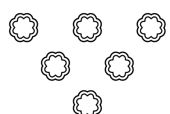
میں بچہ ہے، تو وہ بچہ اپنے باپ کا نہیں ہوگا، حرامی ہوگا۔

اور اگر عدت کے اندر یعنی تین مہینے میں وہ یہ اقرار کرتی ہو کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو پھر وہ بچہ اپنے باپ یعنی عورت کے خاوند کا کہلائے گا، بلکہ ایسی عورت کو اگر طلاق کے بعد ستائیس (27) مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو تو وہ اپنے باپ کا کہلائے گا، حرامی نہیں ہوگا۔ (بہشتی زیور ص ۲۶۲)

مسئلہ ⑩ اور اگر ایسی عورت کو جو جوان ہونے کی عمر کے قریب قریب ہو، ابھی تک جوان نہ ہوئی ہو، خاوند طلاقِ بائن دیدے، اور پھر طلاق کے بعد پورے نو مہینے میں بچہ پیدا ہو جائے، اور وہ لڑکی عدت کے اندر یعنی تین مہینے سے پہلے یہ اقرار نہ کرتی ہو کہ اسکے پیٹ میں بچہ ہے تو وہ بچہ اپنے باپ کا نہیں ہوگا، حرامی ہوگا۔ اور اگر عدت کے اندر یعنی تین مہینے میں وہ یہ اقرار کرتی ہو کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو پھر وہ بچہ اپنے باپ یعنی عورت کے خاوند کا کہلائے گا، بلکہ ایسی عورت کو اگر طلاق کے بعد دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہو جائے تو وہ اپنے باپ کا کہلائے گا، حرامی نہیں ہوگا۔ (بہشتی زیور ص ۲۶۱)

مسئلہ ⑪ جس جوان عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور اس کے انتقال کے وقت سے دو سال کے اندر اندر اگر بچہ پیدا ہو جائے تو اپنے باپ یعنی عورت کے خاوند کا کہلائے گا، اسے حرامی نہیں کہا جائے گا، البتہ اگر عورت بچہ پیدا ہونے سے پہلے اپنی عدت کے ختم ہونے کا اقرار کر چکی ہو تو پھر وہ بچہ حرامی ہوگا۔
(بہشتی زیور ۲۶۲)

مسئلہ ⑫ زانی سے نسب ثابت نہیں ہوتا، اگرچہ وہ اس کا دعویٰ بھی کرے کہ یہ میرا بچہ ہے۔ (کفایت المفتی ۹/ ۳۷)



مصادر و مراجع

۱	القرآن الکریم
۲	الجامع الصحیح لمسلم
۳	سنن ابی داؤد
۴	مشکوۃ المصابیح
۵	معالم السنن
۶	عمدۃ القاری
۷	الدر المختار
۸	ردالمحتار المعروف بفتاوی الشامی
۹	بدائع الصنائع لابی بکر بن مسود الکاسانی
۱۰	الفتاوی الھندیۃ
۱۱	الھدایۃ
۱۲	فتح القدیر
۱۳	العنایۃ شرح الھدایۃ
۱۴	البحر الرائق
۱۵	موسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ
۱۶	الفقہ الاسلامی وادلتہ
۱۷	لسان العرب

۱۸	معارف القرآن
۱۹	معارف الحدیث
۲۰	بہشتی زیور
۲۱	نظام طلاق
۲۲	فتاوی حقانیہ
۲۳	کفایت المفتی
۲۴	خواتین کے مسائل اور ان کا حل
۲۵	احکام میت
۲۶	فتاوی رحیمیہ
۲۷	احسن الفتاوی
۲۸	فتاوی دار العلوم دیوبند
۲۹	آپ کے مسائل اور ان کا حل
۳۰	امداد الفتاوی
۳۱	فتاوی محمودیہ
۳۲	مسائل بہشتی زیور

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ نکاح ایک پاکیزہ اور مقدّس رشتہ ہے، جس سے مرد وعورت میں غیر معمولی لگاؤ اور محبت وتعلّق پیدا ہو جاتا ہے، دونوں ایک دوسرے کے لیے باعثِ سکون اور ایک دوسرے کے خوشی اور غم میں شریک ہوتے ہیں، شوہر سے طلاق یا اس کے وفات پانے سے عورت کا رنج وغم میں مبتلا ہونا ایک فطری بات ہے، کیونکہ عورت اپنے کرم فرما، زندگی کے ساتھی اور ایک ایسی ہستی سے محروم ہو جاتی ہے، جس کے سائے تلے وہ آرام وسکون اور ہر طرح کے افکار سے بے فکر ہو کر زندگی کے سنہری لمحات گزارتی تھی، جو اس کی ضروریات اور بھلے برے کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی عزت کا محافظ اور اس کی امیدوں کا مرکز بھی تھا، ایسے کرم فرما سے جدائی کے بعد اس کے احسانات تک یاد رکھنا اور اس کی جدائی پر اظہارِ غم کرنا عینِ فطرتِ انسانی ہے، اسی فطرت کو مدّ ِنظر رکھتے ہوئے عدت کا حکم دیا گیا ہے۔

عِدّت کا اگر گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے عورت کو بے یار ومددگار اور بے بس ہونے سے بچایا گیا ہے، کیونکہ طلاق وغیرہ کے بعد اس بات کا قوی امکان تھا کہ شوہر اپنی پہلی رفیقۂ حیات کو گھر سے نکال دے، اس کے نان ونفقہ کا انتظام نہ کرے، شریعت نے ان تمام امکانات کے سدِّ باب کے لیے عورت کو عِدّت کا حکم دے کر مرد کو اس کے رہنے سہنے اور نفقہ کا انتظام کرنے کی تاکید کی اور اس کے لیے ایسے قوانین مرتّب کئے، جن کا سہارا لے کر عورت اپنے ہر جائز حق کا حصول باعزت طریقے سے کر سکتی ہے۔



پی او بکس: 18778 فون: 021-34637788
موبائل: 0334-3089223 | 0334-3089334
ای میل: AskFatwa@Ghurfa.org